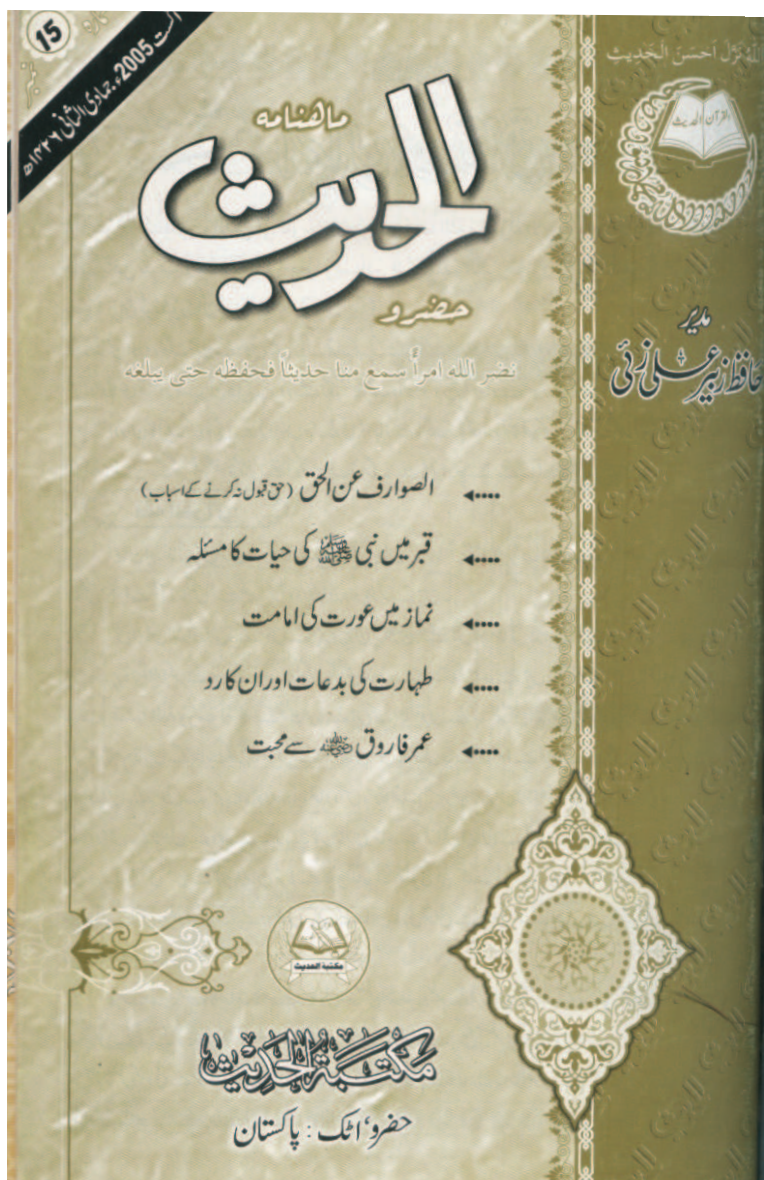


**MAKTABA TUL HADITH HAZRO**

By Alhadith at 11:40:40 PM, 2/25/2015



## اصلاح معاشرہ

موجودہ دور میں اصلاح معاشرہ کے نام پر کئی تنظیمیں، کئی جماعتیں اور کئی ادارے قائم کئے جا رہے ہیں۔ حتیٰ کہ [اخبارات میں بھی] ”اصلاح معاشرہ ہم“ کے نام سے وقتاً فوقتاً اعلانات جاری کیے جاتے ہیں۔ ”حقوق نسواں کے تحفظ“ کے نام پر بے پردگی کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ مختلف اسکیموں کے نام پر لائبریری اور جوئے کو معاشرہ میں عام کیا جا رہا ہے۔ لیکن اس کے باوجود کوئی نتائج برآمد نہیں ہو رہے ہیں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اصلاح معاشرہ کے نام پر کی جانے والی ان کوششوں کا رخ بھی صحیح نہیں ہے۔ ان کوششوں میں وہ صفات نہیں پائی جاتیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت و نصرت کو متوجہ کر سکیں۔ اگر ہماری یہ کوششیں صدق و اخلاص [اور صحیح عقیدے اور عمل] کے ساتھ ہوتیں تو عین ممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کا نزول ہوتا اور ہماری کوششوں کے بہتر نتائج برآمد ہوتے۔ نیز ہماری کوششوں میں جو قدر مشترک ہے وہ یہ کہ ہر کوئی اصلاح کا آغاز دوسروں سے کرنے کی فکر میں ہے۔ اصلاح معاشرہ کے لئے ہماری ہر تقریر و تحریر، ہمارا ہر وعظ و نصیحت دوسروں کے لئے ہے۔ حالانکہ اصلاح معاشرہ میں بنیادی چیز فرد کی اصلاح ہے۔ اگر فرد کی اصلاح ہو جائے تو معاشرے کی اصلاح خود بخود ہو جاتی ہے۔ [معاشرے کے افراد جب تک طاغوت، کفر اور شرک سے برأت کر کے قرآن و حدیث کو مضبوطی سے نہیں تھامیں گے۔ اللہ کی زمین پر سچے دین کو غالب کرنے کے لئے اپنی جان و مال کی بازی نہیں لگائیں گے تو موجودہ حالات اسی طرح جاری رہیں گے بلکہ فحاشی و اخلاقی جرائم کے ساتھ شرک و کفر اور بدعات و خرافات اسی طرح پھیلنے لگیں گے۔ انہیں پھیلانے والے پوری قوت سے پھیلا رہے ہیں جب کہ صحیح العقیدہ اور سچے مسلمان بحیثیت مجموعی خواب غفلت میں سوئے ہوئے ہیں۔]

مختصر یہ کہ اگر یہ تنظیمیں اور ادارے واقعتاً اپنے تئیں ”اصلاح معاشرہ“ میں مخلص ہیں تو پھر اصلاح معاشرہ کا آغاز اپنی ذات سے کریں اپنے آپ کو اسلام کی اعلیٰ و ارفع اقدار سے آراستہ کریں اپنی سیرت و کردار کو اسلام کی سنہری تعلیمات کے مطابق ڈھالیں، توحید و سنت اور اللہ کی حاکمیت کا پرچم تھام لیں، تب جا کر ان کی کوششیں بار آور ہوں گی ان کی تقریر و تقریر میں وہ قوت پیدا ہوگی جو وقت کے دھاڑے کو موڑ سکے۔ ورنہ یہ قوم زبانی وعظ و نصیحت سن بھی رہی ہے اور بے روح آریکل پڑھ بھی رہی ہے لیکن ان کی بے روح تقریر و تحریر میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ ان میں تبدیلی پیدا کر سکے۔ و ما علینا إلا البلاغ

فقہ الحدیث

حافظ زبیر علی زئی

## ارکان اسلام، شرائع اسلام، بیعت کی شرائط

### أضواء المصابيح في تحقيق مشكوة المصابيح

(۱۶) وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ ، قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ ، ثَائِرِ الرَّأْسِ ، نَسَمْعُ دَوِيِّ صَوْتِهِ وَلَا نَفْقَهُ مَا يَقُولُ ، حَتَّى دَنَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ . فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ” خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ “ . فَقَالَ : هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ ؟ فَقَالَ : ” لَا إِلَّا أَنْ تَطُوعَ “ . قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : وَصِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ “ قَالَ : هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ ؟ قَالَ : لَا ، إِلَّا أَنْ تَطُوعَ “ قَالَ : وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الزَّكَاةَ ، فَقَالَ : هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا ؟ فَقَالَ : لَا ، إِلَّا أَنْ تَطُوعَ “ قَالَ : فَأَذْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ : وَاللَّهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هَذَا وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُ . فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ” أَفْلَحَ الرَّجُلُ إِنْ صَدَقَ “ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(سیدنا) طلحہ بن عبید اللہ (القرشی رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس، اہل نجد میں سے ایک آدمی آیا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ ہم اس شخص کی آواز کی گنگناہٹ تو سن رہے تھے مگر سمجھ نہیں رہے تھے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے؟

حتیٰ کہ وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا (اور بیٹھ گیا، بعد میں ہم نے سنا کہ) وہ اسلام (کے احکام) کے بارے میں پوچھ رہا تھا..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دن اور رات میں پانچ نمازیں (فرض ہیں) اس نے پوچھا: ان کے علاوہ مجھ پر کچھ اور بھی ضروری ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں مگر یہ کہ تم (اپنی مرضی سے) نوافل پڑھو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور رمضان کے روزے (فرض ہیں) اس نے پوچھا: کیا ان کے علاوہ بھی مجھ پر کچھ ضروری ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں مگر یہ کہ تم (اپنی مرضی سے) نفلی روزے رکھو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے زکوٰۃ کے متعلق بھی بتایا (کہ فرض ہے) اس نے پوچھا: کیا اس کے علاوہ بھی مجھ پر کچھ لازمی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں مگر یہ کہ تم (اپنی مرضی سے) نفلی صدقات دے دو۔

وہ شخص یہ کہتے ہوئے واپس چلا کہ: اللہ کی قسم، میں ان (فرائض) میں سے نہ زیادتی کروں گا اور نہ کمی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس نے صحیح کہا ہے تو یہ شخص کامیاب ہو گیا۔ [البخاری: ۳۶/۸ و مسلم: ۱۱/۸]

### فقہ الحديث:

۱: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کامیابی کا دار و مدار اعمال اور فرائض کی ادائیگی پر ہے۔ تاہم سنن و نوافل کو بھی نہیں چھوڑنا چاہئے جیسا کہ دوسرے دلائل سے ثابت ہے۔ جب فرائض میں کمی ہوگی تو سنن و نوافل کام آئیں گے۔

الحديث: 15 4 كلمة الحديث

۲: اہل نجد والا آدمی کون تھا، حدیث میں اس کی صراحت نہیں ہے۔ ابن بطال وابن العجی وغیرہما کا خیال ہے کہ وہ ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ ہے۔ (شرح ابن بطال ۹۷/۱، والتوضیح لمبهمات الجامع الصحیح لابن العجی، قلمی ص ۱۳)

۳: اسلام فرائض و اعمال کا نام ہے لہذا معلوم ہوا کہ مرجعہ کا عقیدہ باطل ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ اعمال ایمان سے خارج ہیں۔

۴: اس حدیث میں حج کا ذکر نہیں ہے جب کہ دوسری احادیث سے حج کا فرض ہونا ثابت ہے لہذا معلوم ہوا کہ اگر ایک دلیل میں کوئی مسئلہ مذکور نہیں اور دوسری دلیل میں وہ مسئلہ مذکور ہے تو اسی کا اعتبار ہوگا، اس حالت میں عدم ذکر کوئی ذکر کی دلیل نہیں بنایا جائے گا۔

۵: بعض علماء نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ وتر واجب نہیں بلکہ سنت موقوفہ ہے۔ اس کی تائید سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے درج ذیل قول سے بھی ہوتی ہے۔

”لَيْسَ الْوُتْرُ بِسُجُودٍ كَالصَّلَاةِ وَلَكِنَّهُ سُنَّةٌ فَلَا تَدْعُوهُ“، وتر (فرض) نماز کی طرح ضروری (واجب) نہیں ہے، لیکن یہ سنت ہے اسے نہ چھوڑو۔ (مسند احمد ۱۰۷/۱ ح ۸۴۲ وسندہ حسن) ایک شخص ابو محمد نامی نے کہا کہ: وتر واجب ہے تو سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ (بدری صحابی) نے فرمایا: ”كَذَّبَ أَبُو مُحَمَّدٍ“، ابو محمد نے جھوٹ کہا۔ (سنن ابی داؤد: ۱۴۲۰ وسندہ حسن، مؤطا امام مالک ۱۲۳/۱ وصحیح ابن حبان، موارد: ۲۵۲، ۲۵۳)

۶: عربی زبان میں بلند و سخت جگہ کو نجد اور پست اور چلی زمین کو غور کہتے ہیں دیکھئے القاموس الوحید (ص ۱۶۱۱، ۱۱۸۹)

عرب کے علاقے میں بہت سے نجد ہیں۔ مثلاً نجد برق، نجد خال، نجد عفر، نجد کلب اور نجد مرلیج (دیکھئے معجم البلدان ۲/۵ ص ۲۶۲)

تہامہ سے عراق کی زمین تک نجد ہے۔ (لسان العرب ۳/۳ ص ۴۱۳)

جن احادیث میں قرن الشیطان، زلزلوں اور فتنوں والے نجد کا ذکر ہے، ان سے مراد نجد العراق ہے دیکھئے ”اکمل البیان فی شرح حدیث نجد قرن الشیطان“ (از حکیم محمد اشرف سندھو) اور ”فتنوں کی سر زمین نجد یا عراق“ (از رضاء اللہ عنہ عبدالکریم)

حدیث ہدائیں جس نجدی کا ذکر ہے وہ جلیل القدر صحابی (ضمام بن ثعلبہ) رضی اللہ عنہ ہے جیسا کہ اوپر گزرا ہے (نمبر ۲) نیز دیکھئے الاصابۃ (ص ۶۲۷ ت ۴۳۴)

(۱۷) وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: إِنَّ وَقْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا أَتَوْا النَّبِيَّ ﷺ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَنْ الْقَوْمُ أَوْ مِنَ الْوَفْدِ؟ قَالُوا: رَبِيعَةُ قَالَ: مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْوَفْدِ - غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامَى، قَالُوا: يَارَسُولَ اللَّهِ! إِنَّا لَا نَسْتَطِيعُ أَنْ تَأْتِيَكِ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ، وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هَذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارٍ مُضَرٍّ، فَمُرْ نَابِئَهُمْ فَصَلِّ نَحْبَهُ مِنْ وَرَاءِ نَا وَنَدْخُلْ بِهِ الْجَنَّةَ وَسَأَلُوهُ عَنِ الْأَشْرَبَةِ، فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ، أَمَرَهُمْ بِالْإِيمَانِ بِاللَّهِ وَحْدَهُ، قَالَ: أَتَدْرُونَ مَا الْإِيمَانُ بِاللَّهِ وَحْدَهُ؟ قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَصِيَامُ رَمَضَانَ وَأَنْ تَعْطُوا مِنَ الْمَعْنَمِ الْخُمْسَ، وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ: عَنِ الْحَنَمِ وَالِدُّبَاءِ وَالنَّقِيرِ وَالْمَرْقَتِ وَقَالَ: احْفَظُوا

وَأَخْبِرُوا بِهِ مَنْ وَرَأَيْتُمْ مِنْكُمْ ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهُ لِلْبُخَارِيِّ  
(سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب عبدالقیس (قبیلہ) کا وفد نبی ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں، یا کون سا وفد ہے؟ انہوں نے کہا: ربیعہ (کا قبیلہ) آپ نے فرمایا: اس قوم یا وفد کو خوش آمدید ہو، (تم) نہ ذلیل ہو گے اور نہ شرمندہ، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم آپ کے پاس صرف حرمت والے مہینوں (رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم) میں ہی آ سکتے ہیں، ہمارے اور آپ کے درمیان مضر قبیلہ کے کافروں کا علاقہ ہے، آپ ہمیں ایسی جامع بات بتائیں جو ہم اپنے قبیلے میں واپس جا کر لوگوں تک پہنچا دیں اور ہم سب جنت میں داخل ہو جائیں۔ انہوں نے آپ سے پینے پلانے والے برتنوں کے بارے میں بھی پوچھا تھا۔ پس آپ نے انہیں چار باتوں کا حکم دیا اور چار چیزوں سے منع کر دیا۔ آپ نے انہیں ایک اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیا، آپ نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ ایک اللہ پر ایمان لانا کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اس کی گواہی دینا کہ ایک اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور یہ کہ تم مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ (بیت المال کو) دے دو۔

آپ نے انہیں چار چیزوں سے منع کر دیا (۱) ہرے سیاہ رنگ کے ٹھیکرے والا گھڑا جس میں نبیذ تیار کی جاتی تھی۔ (۲) کدو کا برتن جس میں نبیذ تیار کی جاتی تھی۔ (۳) پیالہ نمالکڑی کا برتن جس میں نبیذ تیار کی جاتی تھی۔ (۴) تارکول والے برتن جن میں نبیذ تیار کی جاتی تھی۔ [صحیح بخاری: ۵۳، صحیح مسلم: ۱۷۲۴]

### فقہ الحديث:

- ۱: اس حدیث میں واضح ثبوت ہے کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں۔ نبی ﷺ نے نماز، زکوٰۃ، روزوں اور مال غنیمت کی ادائیگی کو ایمان میں سے قرار دیا ہے۔ اس فرمان نبوی کے سراسر برعکس گمراہ فرقہ مرجیہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اعمال ایمان سے خارج ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون
  - ۲: سلام وکلام کے بعد مہمانوں کو خوش آمدید کہنا صحیح ہے۔
  - ۳: نبی ﷺ کی احادیث یاد کر کے دوسرے لوگوں تک پہنچانا جنت میں داخلے کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ اس حدیث سے محدثین کرام کی زبردست فضیلت ثابت ہوتی ہے۔
  - ۴: شبہات سے بچنے میں ہی احتیاط ہے، نبی ﷺ نے ان برتنوں کے استعمال سے بھی منع کر دیا جن میں لوگ نشہ آور نبیذ (شراب) بناتے تھے۔
  - ۵: بعض اوقات مؤمن کمزور بھی ہو سکتا ہے مگر اسے ہر حال میں کتاب و سنت پر ڈٹا رہنا چاہئے۔
  - ۶: ربیعہ قبیلہ بڑا تھا اور عبدالقیس اس کی ایک چھوٹی شاخ تھی۔
- (۱۸) وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَحَوْلَهُ عَصَابَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ: يَا بُعْثُونِي عَلَى أَنْ لَا



الحديث: 15 6 كلمة الحديث

تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوا فِي مَعْرُوفٍ ، فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ بِهِ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ إِلَى اللَّهِ إِنْ شَاءَ عَفَاغُهُ وَإِنْ شَاءَ عَاقِبَهُ ، فَبَا يَعْنَاهُ عَلَى ذَلِكَ ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

(سیدنا) عبادہ بن الصامت (الہدیری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ارد گرد صحابہ کی جماعت بیٹھی ہوئی تھی، کہ آپ نے فرمایا: میری اس پر بیعت کرو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی چیز میں شرک نہیں کرو گے۔ نہ چوری کرو گے، نہ زنا کرو گے، اور نہ اپنی اولاد کو قتل کرو گے، اپنے آگے پیچھے بہتان گھڑ کر نہ پھیلاؤ گے، معروف میں نافرمانی نہ کرو گے جس نے ان احکامات کو پورا کیا تو اس کا اجر اللہ کے پاس ہے۔ اور جو شخص ان گناہوں میں (شرک کے علاوہ) مبتلا ہوا تو اگر دنیا میں اسے سزا مل گئی تو یہی اُس کے لئے کفارہ ہے۔ اور جو شخص ان گناہوں کا مرتکب ہوا۔ پھر اللہ نے دنیا میں اس پر پردہ ڈالے رکھا تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، چاہے تو وہ اسے معاف کر دے اور چاہے تو سزا دے۔ پس ہم نے ان امور پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیعت کر لی۔ [بخاری ۱۸: ۱۷۰۹/۳۱]

فقہ الحديث:

- ۱: اس حدیث میں شرائط بیعت کی اصل قرآن مجید میں موجود ہے۔ دیکھئے سورۃ الممتحنہ آیت: ۱۳
- ۲: شرک، چوری، زنا، قتل اولاد اور بہتان تراشی کبیرہ گناہ ہیں۔ ان میں سب سے بڑا (اکبر الکبائر) گناہ شرک ہے جس کی مغفرت نہیں ہے۔ باقی گناہ اگر اللہ چاہے تو معاف کر دے۔ وَاللَّهُ عَفْوٌ ذَرِيعٌ
- ۳: جس شخص پر دنیا میں (اسلامی حکومت کی طرف سے) حد یا تعزیر قائم ہو جائے تو یہ اس کے گناہ کا کفارہ ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے مسند احمد (۲۱۵، ۲۱۴/۵) والسنن الکبریٰ للبیہقی (۳۲۸، ۳۲۹) ومرعاۃ المفاتیح (۷۷/۱) والموسوعة الحدیثیہ (۱۹۲، ۱۹۳/۳۶) بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ تو یہ بھی ضروری ہے۔ مگر راجح یہی ہے کہ اقامت حد ہی کفارہ ہے۔ واللہ اعلم۔ متدرک الحاکم (۱۰۴ ج ۳۶/۱) کی ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”وَمَا أَذْرَى الْحُدُودُ كَفَّارَاتٍ لِأَهْلِهَا أَمْ لَا“ مجھے معلوم نہیں ہے کہ حدود سے کفارہ ادا ہو جاتا ہے یا نہیں۔ (وسندہ صحیح و صحیح الحاکم علی شرط الشیخین ووافقه الذہبی) ان دونوں روایات کے درمیان تطبیق یہ ہے کہ نبی ﷺ کو بعد میں حدود کے کفارات ہونے کی اطلاع دے دی گئی تھی۔

- ۴: کتاب وسنت کے دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں بیعت صرف دو قسم کی ہے۔
- (۱) نبی کی بیعت (۲) خلیفہ کی بیعت، جو صوفی حضرات اپنے پیروں کی بیعت وغیرہ کرتے رہتے ہیں اس کا کوئی ثبوت کتاب وسنت میں نہیں ہے۔ یہی صوفیہ نہ بیعتوں والے کبھی خلیفہ اور کبھی خلیفہ مجاز اور کبھی مہدی وغیرہ کا دعویٰ کر بیٹھتے ہیں (العیاذ باللہ)۔ اسی طرح پارٹیوں کی بیعتیں بھی ہوتی رہتی ہیں، یہ سب بیعتیں بدعت یعنی مردود ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مسلمانوں کو صوفیوں، حزبیوں اور خارجیوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین

ترجمہ: ابوالانس محمد سرور گوہر

تہنیت: د۔ حمد بن ابراہیم العثمان

مقدمة: الصوارف عن الحق

## وہ اسباب جن کی وجہ سے لوگ حق نہیں مانتے

مدینہ طیبہ کے نابینا و سلفی شیخ عبید الجابری نے د۔ حمد بن ابراہیم العثمان کی کتاب ”الصوارف عن الحق“ مجھے اپنے ہاتھ سے دی۔ یعنی وہ اسباب و عوامل جن کی وجہ سے لوگ حق نہیں مانتے، اس کتاب میں ڈاکٹر حمد نے عام طور پر اسلاف کے اقوال باحوال نقل کئے ہیں۔ میرے دوست اور دینی بھائی پروفیسر ابوالانس محمد سرور گوہر حفظہ اللہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے، جسے ان شاء اللہ قسط وارقار نیکین کرام کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔

حمد بن ابراہیم کے بارے میں شیخ عبید فرماتے ہیں کہ: ”مَعْرُوفٌ طَيِّبٌ / حَافِظٌ زَيْدٌ عَلَى زَنَى

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ، وَبَعْدُ .

بے شک اللہ عز وجل نے مخلوق کو فطرت پر تخلیق فرمایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَطَرَتِ اللَّهُ النَّاسَ فِطْرَتَهُ عَلَيْهِ﴾

”یہی فطرت الہی ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا۔“ (الروم: ۳۰)

لوگوں کی سرشت میں یہ بات ودیعت کر دی گئی ہے کہ وہ حق سے محبت و ارادت رکھتے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”دل ایک ایسی خلق (خلقت) ہے جو حق کو پسند کرتا ہے، اسے چاہتا اور تلاش کرتا ہے۔“ (مجموع الفتاویٰ ۸۸۱۰)

انہوں نے مزید فرمایا:

”بے شک حق فطرت میں محبوب و پسندیدہ ہے، وہ اسے سب سے زیادہ محبوب ہے اور اس میں اس کی بہت

زیادہ شان و شوکت ہے اور اسے باطل کی نسبت انتہائی خوش گوار ہے کیونکہ باطل تو ایسی چیز ہے جس کی کوئی حقیقت ہی

نہیں، اس لئے فطرت اسے پسند نہیں کرتی۔“ (مجموع الفتاویٰ ۳۳۸/۱۶)

مزید یہ کہ وہ محبت حق کی وجہ سے نفوس میں مرکوز ہے، کیوں کہ نفوس کو معرفت حق پر پیدا کیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے

موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

﴿رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ حَلْقَهُ ثُمَّ هَدَى﴾

”ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو صورت و شکل بخشی، پھر رہنمائی فرمائی۔“ (طہ: ۵۰)

جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلَا تَرَوْا مَا حَاكَ فِي صَدْرِكَ وَكَرِهْتَ اَنْ يَطَّلَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ

”جو چیز تیرے دل میں کھلے اور اس پر لوگوں کا مطلع ہو جانا تجھے ناپسند ہو تو وہ گناہ ہے۔“

(مسلم، البر والصلة والآداب، باب تفسیر البر والاثم، حدیث: ۲۵۵۳)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

”نفس میں ایسی کوئی چیز ہے جو اعتقادات و ارادات میں حق کو باطل پر ترجیح دینے کا موجب بنتی ہے، اور اس بارے میں یہی کافی ہے کہ اس کی تخلیق فطرت پر کی گئی ہے۔“ (درء تعارض العقل والنقل: ۸/۴۶۳)

انہوں نے مزید فرمایا:

”اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ایسی فطرت پر پیدا فرمایا ہے جس میں حق اور اس کی تصدیق، باطل کی معرفت اور اس کی تکذیب، نفع مند چیز کی معرفت اور اس سے محبت اور نقصان دہ چیز سے معرفت اور اس سے بغض فطری طور پر ودیعت کر دیا گیا ہے۔“ (درء تعارض العقل والنقل: ۸/۴۶۳)

پس جو حق موجود ہو تو فطرت اس کی تصدیق کرتی ہے، جو حق نافع ہو تو فطرت اس کی معرفت حاصل کرتی، اس سے محبت کرتی اور اس پر مطمئن ہوتی ہے، اور یہی وہ معروف (طریقہ) ہے، جبکہ باطل معدوم ہو تو فطرت اس کی تکذیب کرتی ہے اور فطرت اس سے بغض رکھتی ہے اور اسے ناپسند کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾

”وہ انہیں نیکی (کے کام کرنے) کا حکم دیتے ہیں اور انہیں برے کاموں سے دور رکھتے ہیں۔“ (الاعراف: ۱۵۷)

اور یہ معرفت حق، اس کی ارادت و محبت کے بارے میں جو چیز مرکوز ہے اس کی تائید شاید شریعت سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ﴾

”بھلا وہ شخص جو اپنے رب کے کھلے راستے پر ہو اور اس کے پاس اللہ کی جانب سے شہادت بھی ہو۔“ (سورہ: ۱۷)

پس ((البینۃ)) سے ”وجہ“ مراد ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ جبکہ ”شاہد“ سے فطرت مستقیمہ اور عقل صریح کا شاہد مراد ہے۔ (تیسیر الکفریم الرحمن: ص ۳۷۹)

علامہ عبدالرحمن السعدی نے فرمایا:

”پس دین، اس حکمت کا دین ہے جو ہر چیز میں درست بات کی معرفت اور اس پر عمل کرنا اور حق کی معرفت اور حق پر عمل کرنا ہے۔“ (تیسیر اللطیف المنان: ص ۵۰)

اور نفوس جب فطرت پر باقی و قائم رہتے ہیں تو وہ صرف حق تلاش کرتے ہیں، جبکہ حق ایسا واضح اور بین ہے جس میں کسی قسم کا ابہام نہیں۔

(سیدنا) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”بے شک حق پر نور ہوتا ہے۔“

(مستدرک حاکم ص ۴۶۰، اور انہوں نے فرمایا: یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ کی شرط پر ہے۔ نیز امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے)

سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ پہلے یہودی تھے، پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے اور



الحديث: 15 9 كلمة الحديث

انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو فوراً جان گئے کہ آپ کا چہرہ کسی صادق شخصیت کا (ہی) چہرہ ہے۔ (سیدنا) عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو (بعض) لوگ آپ کے قریب نہیں آتے تھے اور میں بھی انہی میں سے تھا، لیکن جب آپ کا چہرہ مبارک دیکھا تو میں نے پہچان لیا کہ آپ کا چہرہ مبارک کسی کذاب شخص کا چہرہ نہیں، میں نے آپ کو پہلی مرتبہ یہ فرماتے ہوئے سنا: ”أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطِيعُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوا الْأَرْحَامَ وَصَلُّوا النَّاسَ نِيَامًا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ“ ”سلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو اور نماز (تہجد) پڑھو جبکہ لوگ سو رہے ہوں اور تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔“

(مسند احمد: ۲۵۱/۵ ج ۲۴۱۹۳، ترمذی، صفحہ القیامہ، باب: ۱۱، حدیث رقم: ۲۴۸۴، وقال: ”هذا حديث حسن غريب من هذا الوجه“)

اور اللہ عز وجل مخلوق پر رحمت قائم کرنے، انبیاء علیہم السلام مبعوث کرنے اور ظہور حق کے ساتھ ساتھ اپنی حکمت سے جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرما دیتا ہے۔

بندے پر واجب ہے کہ وہ فطرت سے التزام رکھے اور ایسے اسباب سے بچے جو اسے حق سے روکیں اور اس سے دور کریں، اور جب کوئی صارف (دور کرنے والا) اسے حق سے دور کرے اور وہ شخص پھر حق کی طرف پلٹ آئے اور اس سے التزام کر لے (یعنی چٹ جائے)، تو یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر بہت بڑا انعام و احسان ہے کہ بندہ حق سے محبت رکھتا ہو، اسے اختیار کرتا ہو اور اسے تلاش کر کے اس کے ساتھ التزام رکھتا ہو۔

ابو محمد ابن حزم رحمہ اللہ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ کا بندے پر سب سے بڑا انعام و احسان یہ ہے کہ وہ اسے عدل و حق کا خوگر اور ان کی محبت و ایثار سے مانوس کر دے۔“ (”مداواة النفوس“، ص ۳۱)

لزام حق کا یہ سبب ہے کہ ان اسباب کی معرفت حاصل کی جائے جو اتباع حق سے روکتے ہیں، لہذا حق سے دور کرنے والے اسباب کے متعلق چند گزارشات پیش خدمت ہیں۔ پس انہیں پہچاننے اور ان سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے، میں اللہ عز وجل سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ہمیں اہل حق اور داعیان حق بنا دے، اور ضلالت و گمراہی میں آگے بڑھنے والے اسباب و طرق سے ہمیں بچائے۔

اس بات کی طرف اشارہ کرنا مناسب ہوگا کہ میں نے اس کے بیان کرنے اور اکٹھا کرنے میں کسی خاص معنی کو مد نظر نہیں رکھا جو سوء قصد، جہل اور ظلم کی طرف راجع ہو۔ واللہ اعلم

### شذرات الذهب

تویر حسین شاہ ہزاروی

امام عبدالرحمن بن عمر والا ذی زاعی رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۷ھ) فرماتے ہیں کہ: ”عَلَيْكَ بِأَثَارِ مَنْ سَلَفَ وَإِنْ رَفَضَكَ النَّاسُ وَإِيَّاكَ وَآرَاءَ الرِّجَالِ وَإِنْ زَخَرُوا لَكَ بِالْقَوْلِ“ ”سلف (سلف صالحین) کے آثار کو لازم پکڑو، اگرچہ لوگ تجھے چھوڑ دیں۔ اور لوگوں کی (سلف صالحین کے خلاف) آراء (وقیاس زنی) سے بچو، اگرچہ وہ اپنی بات کو بڑی ملیح سازی اور مرجح مصالحت کا کر ہی کیوں نہ بیان کریں۔“ (کتاب الشریعہ ج ۱ ص ۵۸ ج ۱۲۷ و ۱۲۸ ص ۵۸)

حافظ زبیر علی زئی

## توضیح الأحكام

سوال وجواب تخریج الأحادیث

”محترم المقام الشیخ زبیر علی زئی السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ ----

الحمد للہ آپ کا مجلہ ”الحديث“ تحقیق و تنقید کے حوالے سے بہترین جارہا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو مزید توفیق عطا فرمائے۔ آمین  
خط لکھنے کی غرض و غایت اس مشہور حدیث نبوی کی تخریج دریافت کرنا ہے جو اکثر جہادی تنظیموں کے ذمہ داران سے سننے میں آتی  
ہے ”الْجِهَادُ مَاضٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ“ اس کے بارے میں برائے مہربانی ”الحديث“ میں ہی جواب عطا فرما کر ممنون  
فرمائیں۔ والسلام

عکاشہ خان کشمیری بازار، راولپنڈی۔ پاکستان

(۱۴۲۶ھ/۲۳/۰۳/۲۰۰۵ء بمطابق ۳۰/۰۴/۲۰۰۵ء)

### جہاد قیامت تک جاری رہے گا

الجواب: علیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

یزید بن ابی ثعبان عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک روایت مروی ہے۔ اس روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ نبی صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا: ”وَالْجِهَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِي اللَّهُ إِلَى أَنْ يُقَاتِلَ آخِرُ أُمَّتِي الدَّجَالَ، لَا يُبْطِلُهُ جَوْ رُجَائِرٍ وَلَا  
عَذْلُ عَادِلٍ“ جب سے اللہ نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے، جہاد جاری رہے گا یہاں تک کہ میرا آخری امتی دجال سے جنگ کرے گا  
، اسے کسی ظالم (حکمران) کا ظلم اور عادل کا عدل باطل نہیں کرے گا۔ (سنن ابی داؤد: ۲۵۳۲، سنن سعید بن منصور: ۲۳۶۷)  
یہ روایت بلحاظ سند ضعیف ہے۔ اس کا راوی یزید بن ابی ثعبان: مجہول ہے۔

(تقریب السہذیب: ۷۸۵، الکشاف للذہبی: ۶۴۵)

یاد رہے کہ دوسرے دلائل سے ثابت ہے کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ  
وَهُوَ حَرْبٌ لَّكُمْ﴾ تمہارے اوپر قتال فرض کیا گیا ہے اور یہ تمہیں ناپسند تھا۔ (سورۃ البقرہ: ۲۱۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”الْخَيْلُ مَعْقُودَةٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، الْأَجْرُ وَالْمَغْنَمُ“  
گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک خیر رکھی گئی ہے، اجر بھی ہے اور مال غنیمت بھی۔ (صحیح البخاری: کتاب الجہاد والسير باب  
الجہاد ماض مع البر والفا جرح ۲۸۵۲ صحیح مسلم: ۴۷۹۹ ادار السلام: ۴۸۴۹)

سکھ بن ثقیل الکندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وَلَا يَزَالُ مِنْ أُمَّةٍ يُقَاتِلُونَ  
عَلَى الْحَقِّ..... حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ“ اور میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قتال کرتا رہے گا..... حتیٰ کہ قیامت برپا ہو جائے

گی۔ (سنن النسائي ۲۱۴۶، ۲۱۵، ۳۵۹۱، وإسناده صحيح رعدة المساعي في تحقيق سنن النسائي ج ۲ ص ۳۵۹ قلمی لرقم الحروف)  
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لَنْ يَسْرَحَ هَذَا الدِّينُ قَائِمًا، يُقَاتِلُ عَلَيْهِ عَصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ“، یہ دین (اسلام) ہمیشہ قائم رہے گا، مسلمانوں کی ایک جماعت دین کے لئے قیامت تک قتال کرتی رہے گی۔ (صحیح مسلم: ۱۹۲۲، دار السلام: ۴۹۵۳ عن جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ)

ان احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔

ابن ہمام (حنفی متوفی ۶۱ھ) لکھتے ہیں کہ: ”وَلَا شَكَّ أَنَّ إِجْمَاعَ الْأُمَّةِ أَنَّ الْجِهَادَ مَاضٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَمْ يُنْسَخْ، فَلَا يَتَصَوَّرُ نَسْخُهُ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ“ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا، یہ منسوخ نہیں ہوا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم (کی وفات) کے بعد اس کی منسوختی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ (فتح القدیر ج ۵ ص ۱۹۰ کتاب السیر)

مشہور جلیل القدر تابعی امام محول الشامی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۳ھ) فرماتے ہیں کہ: ”إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لِمِائَةِ دَرَجَةٍ، مَا بَيْنَ الدَّرَجَةِ إِلَى الدَّرَجَةِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، أَعَدَّهَا اللَّهُ لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ“  
بے شک جنت میں سو درجے ہیں، ایک درجے سے دوسرے درجے کے درمیان زمین و آسمان جتنا فاصلہ ہے، انہیں اللہ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں (مجاہدین) کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۴/۵ ص ۳۰۴ ح ۱۹۳۵۳ وسندہ صحیح)  
اس بہترین قول کی تائید صحیح بخاری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں موجود ہے۔ (بخاری: ۲۷۹۰)

**خلاصة التحقيق:** جہاد قیامت تک، کافروں اور مبتدعین کے خلاف جاری رہے گا۔

جہاد کی بہت سی قسمیں ہیں۔

- ۱: زبان کے ساتھ جہاد کرنا
  - ۲: قلم کے ساتھ جہاد کرنا
  - ۳: مال کے ساتھ جہاد کرنا
  - ۴: اپنی جان کے ساتھ جہاد کرنا (جہاد بانفس)
- اس کی دو قسمیں ہیں:
- ۱: جہاد باقرہ (سورۃ البقرہ: ۲۱۶)
- ۲: جہاد باقرہ (سورۃ البقرہ: ۲۱۶)
- ۳: جہاد باقرہ (سورۃ البقرہ: ۲۱۶)
- ۴: جہاد باقرہ (سورۃ البقرہ: ۲۱۶)

اول: اپنے نفس کی اصلاح کر کے اُسے کتاب و سنت کا مطیع و تابع کر دینا۔  
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ: ”الْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ“ مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے۔  
(الترمذی ۲۲۱۱ و قال: ”حدیث حسن صحیح“، وسند حسن وصحیح ابن حبان/موارد: ۶۲۴۱ والجامع لمسلم ۲/۹۷ ووافقه الذہبی)

دوم: اللہ کے راستے میں قتال کرنا  
اس کے بے شمار دلائل ہیں جن میں سے بعض حوالے اس جواب کے شروع میں گزر چکے ہیں۔ اگر شرائط اسلامیہ کے مطابق ہو تو سب سے افضل جہاد یہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا جہاد افضل ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مَنْ جَاهَدَ الْمُشْرِكِينَ بِمَالِهِ وَنَفْسِهِ“ جو شخص مشرکوں سے اپنے مال اور اپنی جان (نفس) کے ساتھ جہاد کرے۔ پوچھا گیا: کون سا مقتول سب سے بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مَنْ أُهْرِيقَ دُمُهُ وَغُفِرَ جَوَادُهُ“ جس کا خون (کافروں کے ہاتھوں) بہا دیا جائے اور اس کا گھوڑا کاٹ (کر مار) دیا جائے۔ (سنن ابی داؤد: ۱۴۴۹ وسندہ حسن)  
یاد رہے کہ دہشت گردی اور بے گناہ لوگوں کو قتل کرنے کا، جہاد سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ امام ابو حاتم الرازی اور امام ابو زرعة الرازی جہما اللہ فرماتے ہیں کہ:

”ہر زمانے (اور علاقے) میں ہم مسلمان حکمران کے ساتھ جہاد اور حج کی فرضیت پر عمل پیرا ہیں..... جب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو (نبی و رسول بنا کر) مبعوث فرمایا ہے، مسلمان حکمرانوں کے ساتھ مل کر (کافروں کے خلاف) جہاد جاری رہے گا۔ اسے کوئی چیز باطل نہیں کرے گی۔ [یعنی جہاد ہمیشہ جاری رہے گا] (أصل السنة واعتقاد الدين: ۱۹، ۲۳، الحديث  
حضر: ۲۰ ص ۴۳) نیز دیکھئے الحديث: ۲۶ ص ۳۳

دکتر عبداللہ بن احمد القادری نے ”الجهاد في سبيل الله، حقيقته وغايته“ کے نام سے دو جلدوں میں ایک کتاب لکھی ہے، ساڑھے گیارہ سو سے زائد صفحات کی اس کتاب میں عبداللہ بن احمد صاحب جہاد کی قسمیں بیان کرتے ہیں:

**جہاد معنوی** = جہاد النفس، (نفس سے جہاد)، جہاد الشيطان (شیطان سے جہاد)، جہاد الفرقة والتصدع (تفرق اور انتشار کے خلاف جہاد)، جہاد التقليد (تقلید کے خلاف جہاد)، جہاد الأسرة (خاندانی رسومات کے خلاف جہاد) جہاد الدعوة،

**جہاد مادی** = اعداد المجاہدین (مجاہدین کی تیاری)، الجہاد بالأنفس والأموال (نفس اور مال کے ساتھ جہاد)، انشاء المصانع الجهادية (جہادی قلعوں کی تیاری) (ج ۳ ص ۲۷)

لوگوں کو کتاب و سنت کی دعوت دینا، تقلید اور بدعات کے خلاف پوری کوشش کرنا بھی بہت بڑا جہاد ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”فَالرَّادُّ عَلَى أَهْلِ الْبِدْعِ مُجَاهِدٌ“ پس اہل بدعت پر رد کرنے والا مجاہد ہے۔

(نقض المنطق ص ۱۲ و مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ۱۳۶۲)

الحديث: 15

13

كلمة الحديث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا جہاد سب سے افضل ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”كَلِمَةُ عَدَلٍ عِنْدَ إِمَامٍ بَاجٍ“، ظالم حکمران کے سامنے عدل (انصاف، حق) والی بات کہنا۔

(مسند احمد ۲۵۶/۵ ج ۲۲۵۶۱ وسندہ حسن لذاتہ، وابن ماجہ: ۴۰۱۲)

مدرسے و مساجد تعمیر کرنا، لوگوں کو قرآن وحدیث علی فہم السلف الصالح کی دعوت دینا، اس کے لئے تقریریں ومنظرے کرنا اور کتابیں لکھنا، یہ سب جہاد ہے۔  
آخر میں دو حدیثیں پڑھ لیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِهِ، كَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ.....“

اللہ کے راستے میں مجاہد کی مثال، اور اللہ جانتا ہے کہ کون اس کے راستے میں جہاد کرتا ہے (مسلسل) روزہ دار اور (راتوں کو) قیام کرنے والے کی طرح ہے۔ (صحیح بخاری: ۲۷۸۷)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ الْجُمُعَةَ ثُمَّ مَاتَ مَاتَ مَيِّتَةً جَاهِلِيَّةً، وَمَنْ قُتِلَ تَحْتَ رَايَةٍ عُمِّيَّةٍ يَغْضَبُ لِلْعَصْبَةِ وَيَقَاتِلُ لِلْعَصْبَةِ فَلَيْسَ مِنْ أُمَّتِي.....“

جو شخص (خلیفہ کی) اطاعت سے نکل گیا اور (مسلمانوں کی) جماعت (یا اجماع) کی مخالفت کی تو اُس کی موت جاہلیت کی موت ہے، اور جو شخص اندھے (جاہلیت کے) جھنڈے کے نیچے مارا گیا، وہ خاندان کے لئے غصہ اور قتال کرتا تھا تو یہ شخص میری امت میں سے نہیں ہے..... الخ

(صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن ۱۸۴۸/۵۴ دار السلام: ۴۷۸۸)

وما علينا إلا البلاغ (۵ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ)

## قبر میں نبی ﷺ کی حیات کا مسئلہ

**سوال :** اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آپ ﷺ کی یہ زندگی اخروی و برزخی زندگی ہے یا دنیاوی زندگی ہے؟

ادلہ اربعہ سے جواب دیں، جزاکم اللہ خیراً (ایک سائل ۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ)

**الجواب :** الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ الْأَمِينِ، أَمَّا بَعْدُ:

۱: اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ دنیا کی زندگی گزار کر فوت ہو گئے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَ إِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾ بے شک تم وفات پانے والے ہو اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں۔ (الزمر: ۳۰)





فوت ہو گئے ہیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی نماز کے بارے میں فرماتے تھے کہ:

”إِنْ كَانَتْ هَذِهِ لَصَلَاتُهُ حَتَّى فَارَقَ الدُّنْيَا“ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہی نماز تھی حتیٰ کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا سے چلے گئے۔ (صحیح البخاری: ۸۰۳)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا: ”حَتَّى فَارَقَ الدُّنْيَا“ حتیٰ کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا سے چلے گئے۔ (صحیح مسلم: ۲۹۷۶، ۳۳۳۳ و دار السلام: ۷۴۵۸)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں کہ:

”خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنَ الدُّنْيَا“ الخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے چلے گئے۔ (صحیح البخاری: ۵۴۱۴)

ان ادلہ قطعیہ کے مقابلے میں فرقہ دیوبندیہ کے بانی محمد قاسم نانوتوی (متوفی ۱۲۹۷ھ) لکھتے ہیں کہ:

”ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا فقط مثل نور چراغ اطراف وجوانب سے قبض کر لیتے ہیں یعنی سمیٹ لیتے ہیں اور سوائے ان کے اوروں کی ارواح کو خارج کر دیتے ہیں.....“ (جمال قاسمی ص ۱۵)

تعمیم: میر محمد کتب خانہ باغ کراچی کے مطبوعہ رسالے ”جمال قاسمی“ میں غلطی سے ”ارواح“ کی بجائے ”ازواج“ چھپ گیا ہے۔ اس غلطی کی اصلاح کے لئے دیکھئے سرفراز خان صفدر دیوبندی کی کتاب ”تسکین الصدور“ (ص ۲۱۶) محمد حسین نیلوی مماتی دیوبندی کی کتاب ”ندائے حق“ (ج ۲ ص ۵۷۷ و ۶۳۵)

نانوتوی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی علی الاصل اب تک برابر مستمر ہے اس میں انقطاع یا تبدل و تغیر جیسے حیات دنیوی کا حیات برزخی ہو جانا واقع نہیں ہوا“ (آب حیات ص ۲۷)

”انبیاء بدستور زندہ ہیں“ (آب حیات ص ۳۶)

نانوتوی صاحب کے اس خود ساختہ نظریے کے بارے میں نیلوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”لیکن حضرت نانوتوی کا یہ نظریہ صریح خلاف ہے اس حدیث کے جو امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں نقل فرمایا ہے.....“ (ندائے حق جلد اول ص ۶۳۶)

نیلوی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

”مگر انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں مولانا نانوتوی قرآن و حدیث کی نصوص و اشارات کے خلاف جمال قاسمی ص ۱۵ میں فرماتے ہیں:

ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا“ (ندائے حق جلد اول ص ۷۲)

لطیفہ: نانوتوی صاحب کی عبارت مذکورہ پر تبصرہ کرتے ہوئے محمد عباس رضوی بریلوی لکھتا ہے کہ:

الحديث: 15

16

كلمة الحديث

”اور اس کے برعکس امام اہل سنت مجدد دین و ملت مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب وفات (آنی) ماننے کے باوجود قابلِ گردن زنی ہیں“ (واللہ آپ زندہ ہیں ص ۱۲۴)

یعنی بقول رضوی بریلوی، احمد رضا خان بریلوی کا وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں وہ عقیدہ نہیں جو محمد قاسم نانوتوی کا ہے۔  
۲: اس میں کوئی شک نہیں کہ وفات کے بعد، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں زندہ ہیں۔ سیدنا سرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث میں آیا ہے کہ فرشتوں (جبریل و میکائیل علیہما السلام) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

”إِنَّهُ بَقِيَ لَكَ عُمْرٌ لَمْ تَسْتَغْمِلْهُ ، فَلَوْ اسْتَغْمِلْتَ أَتَيْتَ مَنْزِلَكَ“

بے شک آپ کی عمر باقی ہے جسے آپ نے (ابھی تک) پورا نہیں کیا۔ جب آپ یہ عمر پوری کر لیں گے تو اپنے (جنتی) محل میں آ جائیں گے۔ (صحیح البخاری ۱۸۵۱ ج ۱ ص ۱۳۸۶)

معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی عمر گزار کر جنت میں اپنے محل میں پہنچ گئے ہیں۔ شہداء کرام کے بارے میں پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

أَرْوَاهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ خَضِرٍ ، لَهَا قَنَادِيلٌ مُعَلَّقَةٌ بِالْعُرُشِ ، تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ ، ثُمَّ تَأْوِي إِلَى تِلْكَ الْقَنَادِيلِ“

ان کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹ میں ہوتی ہیں، ان کے لئے عرش کے نیچے قندیلیں لگی ہوئی ہیں۔ وہ (روحیں) جنت میں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں پھر واپس ان قندیلوں میں پہنچ جاتی ہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۲۱/۱۸۸۷ و دار السلام: ۴۸۸۵)

جب شہداء کرام کی روحیں جنت میں ہیں تو انبیاء کرام اُن سے بدرجہ باعلیٰ جنت کے اعلیٰ و افضل ترین مقامات و محلات میں ہیں۔ شہداء کی یہ حیات جنتی، اخروی و برزخی ہے، اسی طرح انبیاء کرام کی یہ حیات جنتی، اخروی و برزخی ہے۔

حافظ ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں کہ: ”وَهُوَ حَيٌّ فِي لَحْدِهِ حَيَاةً مِثْلَهُ فِي الْبُرْزَخِ“ اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی قبر میں برزخی طور پر زندہ ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۶۱/۹)

پھر آگے وہ یہ فلسفہ لکھتے ہیں کہ یہ زندگی نہ تو ہر لحاظ سے دنیاوی ہے اور نہ ہر لحاظ سے جنتی ہے بلکہ اصحاب کہف کی زندگی سے مشابہ ہے۔ (الإنصاف ۱۶۱)

حالانکہ اصحاب کہف دنیاوی زندہ تھے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہ اعتراف حافظ ذہبی وفات آچکی ہے لہذا صحیح یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہر لحاظ سے جنتی زندگی ہے۔ یاد رہے کہ حافظ ذہبی بصر احیٰ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دنیاوی زندگی کے عقیدے کے مخالف ہیں۔

حافظ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں:

”لَأَنَّهُ بَعْدَ مَوْتِهِ وَإِنْ كَانَ حَيًّا فَهِيَ حَيَاةٌ أُخْرَوِيَّةٌ لَا تَشْبُهُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ“

بے شک آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی وفات کے بعد اگرچہ زندہ ہیں لیکن یہ اخروی زندگی ہے دنیاوی زندگی کے مشابہ نہیں ہے، واللہ

علم (فتح الباری ج ۷ ص ۳۴۹ تحت ح ۴۲۲)

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں لیکن آپ کی زندگی اُخروی و برزخی ہے، دنیاوی نہیں ہے۔

اس کے برعکس علمائے دیوبند کا یہ عقیدہ ہے کہ:

”وحيوته دنيوية من غير تكليف وهي مختصة به ﷺ وجميع الأنبياء صلوات الله عليهم والشهداء - لا برزخية.....“

”ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے جو تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو.....“ (المہند علی المہند فی عقائد دیوبند ص ۲۲۱ پانچواں سوال: جواب)

محمد قاسم نانوتوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”رسول اللہ ﷺ کی حیات دنیوی علی الاتصال اب تک برابر مستمر ہے اس میں انقطاع یا تبدل و تغیر جیسے حیات دنیوی

کا حیات برزخی ہو جانا واقع نہیں ہوا“ (آب حیات ص ۲۷، اور یہی مضمون)

دیوبندیوں کا یہ عقیدہ سابقہ نصوص کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

سعودی عرب کے جلیل القدر شیخ صالح الفوزان لکھتے ہیں کہ:

”الَّذِي يَقُولُ: إِنَّ حَيَاتَهُ فِي الْبَرْزَخِ مِثْلُ حَيَاتِهِ فِي الدُّنْيَا كَاذِبٌ وَهَذِهِ مَقَالَةُ الْخَرَفِيِّينَ“

جو شخص یہ کہتا ہے کہ آپ (ﷺ) کی برزخی زندگی دنیا کی طرح ہے وہ شخص جھوٹا ہے۔ یہ من گھڑت باتیں کرنے والوں کا کلام ہے۔ (التعلیق المختصر علی القصيدة النونية، ج ۲ ص ۶۸۴)

حافظ ابن قیم نے بھی ایسے لوگوں کی تردید کی ہے جو برزخی حیات کے بجائے دنیاوی حیات کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ (النونية، فصل فی الكلام فی حياة الأنبياء فی قیورم ۱۵۴، ۱۵۵)

امام بیہقی رحمہ اللہ (برزخی) روایات کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں کہ:

”فَهُمْ أَحْيَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ كَالشَّهَدَاءِ“ پس وہ (انبیاء علیہم السلام) اپنے رب کے پاس، شہداء کی طرح زندہ ہیں۔

(رسالہ: حیات الانبیاء للبیہقی ص ۲۰)

یہ عام صحیح العقیدہ آدمی کو بھی معلوم ہے کہ شہداء کی زندگی اُخروی و برزخی ہے، دنیاوی نہیں ہے۔ عقیدہ حیات النبی ﷺ پر حیاتی و ماتی دیوبندیوں کی طرف سے بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں مثلاً مقام حیات، آب حیات، حیات انبیاء کرام، ندائے حق اور اقامۃ البرہان علی ابطال وساوس ہدایہ لیسر ان، وغیرہ

اس سلسلے میں بہترین کتاب مشہور المحدث عالم مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی ”مسئلہ حیات النبی ﷺ“ ہے۔ کسی المحدث کتب خانے سے منگوا کر پڑھ لیں۔

الحديث: 15 18 كلمة الحديث

۳: بعض لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اپنی قبر مبارک پر لوگوں کا پڑھا ہوا درود بنفس نفیس سنتے ہیں اور بطور دلیل ”مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِی سَمِعْتُهُ“ والی روایت پیش کرتے ہیں۔ عرض ہے کہ یہ روایت ضعیف و مردود ہے۔ اس کی دوسندیں بیان کی جاتی ہیں۔

**اول:** محمد بن مروان السدی عن الأعمش عن أبي صالح عن أبي هريرة ..... إلخ (الضعفاء للعقيلي ۱۳۶/۲، ۱۳۷، ۱۳۸ وقال: لا أصل له من حديث أعمش وليس محفوظ إلخ وتاريخ بغداد ۲۹۲/۳ ت ۱۳۷۷ و کتاب الموضوعات لابن الجوزی ۳۰۳/۱ وقال: هذا حديث لا يصح إلخ)

اس کا راوی محمد بن مروان السدی: متروک الحدیث (یعنی تحت مجروح) ہے۔ (کتاب الضعفاء للنسائی: ۵۳۸) اس پر شدید جروح کے لئے دیکھئے امام بخاری کی کتاب الضعفاء (۳۵۰) مع تحقیقی: تجزیۃ الاقواء (ص ۱۰۲) و کتب اسماء الرجال۔ حافظ ابن القیم نے اس روایت کی ایک اور سند بھی دریافت کر لی ہے۔ ”عبدالرحمن بن احمد الاعرج: حدیث الحسن بن الصباح: حدیث ابو معاویہ: حدیث الأعمش عن أبي صالح عن أبي هريرة“ إلخ (جلاء الافهام ص ۵۴ بحوالہ کتاب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی الشیخ الاصبہانی)

اس کا راوی عبدالرحمن بن احمد الاعرج غیر موثق (یعنی مجہول الحال) ہے۔ سلیمان بن مہران الاعمش مدلس ہیں۔ (طبقات المدلسین ۲/۵۵ و التلخیص الخیر ۳/۴۸ ح ۱۸۱ و صحیح ابن حبان، الاحسان طبع جدیدہ ۱۶۱/۱ و عام کتب اسماء الرجال) اگر کوئی کہے کہ حافظ ذہبی نے یہ لکھا ہے کہ اعمش کی ابوصالح سے معین روایت سماع پر محمول ہے۔

(دیکھئے میزان الاعتدال ۲/۲۲۴) تو عرض ہے کہ یہ قول صحیح نہیں ہے۔ امام احمد نے اعمش کی ابوصالح سے (معین) روایت پر جرح کی ہے۔ دیکھئے سنن الترمذی (۲۰۷ تحقیقی)

اس مسئلے میں ہمارے شیخ ابوالقاسم محبت اللہ شاہ الراشدی رحمہ اللہ کو بھی وہم ہوا تھا۔ صحیح یہی ہے کہ اعمش طبقہ ثالثہ کے مدلس ہیں اور غیر صحیحین میں ان کی معین روایات، عدم تصریح و عدم متابعت کی صورت میں، ضعیف ہیں، لہذا ابوالشیخ والی یہ سند بھی ضعیف و مردود ہے۔

یہ روایت ”مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِی سَمِعْتُهُ“ اس صحیح حدیث کے خلاف ہے جس میں آیا ہے کہ: ”إِنَّ لِّهُ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ يَبْلُغُونِي مِنْ أُمَّتِي السَّلَامُ“ بے شک زمین میں اللہ کے فرشتے سیر کرتے رہتے ہیں، وہ مجھے میری امت کی طرف سے سلام پہنچاتے ہیں۔

(کتاب فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم للإمام إسماعیل بن إسحاق القاضي: ۲۱ و سندہ صحیح، والنسائی ۴۳۳ ح ۱۲۸۳، الثوری صرح بالسماع)

اس حدیث کو ابن حبان (موارد: ۲۳۹۴) و ابن القیم (جلاء الافهام ص ۶۰) وغیرہا نے صحیح قرار دیا ہے۔

**خلاصة التحقيق:** اس ساری تحقیق کا یہ خلاصہ ہے کہ نبی کریم ﷺ فوت ہو گئے ہیں، وفات کے بعد آپ جنت میں زندہ ہیں۔ آپ کی یہ زندگی اخروی ہے جسے برزخی زندگی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ زندگی دنیاوی زندگی نہیں ہے۔  
وما علینا إلا البلاغ (۲۱ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ)

## نماز میں عورت کی امامت

”جناب فضیلہ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔  
ایک سوال درپیش ہے کہ کیا عورت عورتوں کی امامت یا عورتوں مردوں کی اکھٹی امامت کرا سکتی ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیراً“ [چوہدری محمد اکرم گجر جلال بلکن ضلع گوجرانوالہ]  
**الجواب:** اس مسئلے میں علماء کرام کا اختلاف ہے کہ کیا عورت نماز میں عورتوں کی امام بن سکتی ہے یا نہیں؟ ایک گروہ اس کے جواز کا قائل ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ: ”وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَزُورُهَا فِي بَيْتِهَا وَجَعَلَ لَهَا مَوْذِنًا يُوَذِّنُ لَهَا وَأَمْرَهَا أَنْ تَوُمَّ أَهْلَ دَارِهَا“

رسول اللہ ﷺ ان (ام ورقہ رضی اللہ عنہا) کی ملاقات کے لیے ان کے گھر جاتے، آپ نے ان کے لئے اذان دینے کے لئے ایک موزن مقرر کیا تھا اور آپ نے انہیں (ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو) حکم دیا تھا کہ انہیں (اپنے قبیلے یا محلے والیوں کو) نماز پڑھائیں۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب امامۃ النساء ۵۹۲ وعنه المنذقی فی الخلائق ۲ ص ۴۲) یہ سند حسن ہے، اسے ابن خزیمہ (۱۶۷۶) اور ابن الجارود (۳۳۳۰) نے صحیح قرار دیا ہے۔

اس حدیث کا بنیادی راوی ولید بن عبد اللہ بن جمیع: صدوق، حسن الحدیث ہے۔ (تحریر تقریب التہذیب: ۴۳۲) صحیح مسلم وغیرہ کا راوی اور جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ و صدوق ہے لہذا اس پر جرح مردود ہے۔  
ولید کا استاذ عبد الرحمن بن خلاد: ابن حبان، ابن خزیمہ اور ابن الجارود کے نزدیک ثقہ و صحیح الحدیث ہے لہذا اس پر ”حالہ مجہول“ والی جرح مردود ہے۔

لیلی بنت مالک (ولید بن جمیع کی والدہ) کی توثیق ابن خزیمہ اور ابن الجارود نے اس کی حدیث کی تصحیح کر کے، کر دی ہے لہذا اس کی حدیث بھی حسن کے درجے سے نہیں گرتی۔  
اس حدیث کا مفہوم کیا ہے؟ اس کے لئے دواہم باتیں مد نظر رکھیں۔

**اول:** حدیث حدیث کی شرح و تفسیر بیان کرتی ہے، اس کے لئے حدیث کی تمام سندوں اور متون کو جمع کر کے مفہوم سمجھا جاتا ہے۔

**دوم:** سلف صالحین (محدثین کرام، راویان حدیث) نے حدیث کی جو تفسیر اور مفہوم بیان کیا ہوتا ہے اُسے ہمیشہ مد نظر

رکھا جاتا ہے، بشرطیکہ سلف کے مابین اس مفہوم پر اختلاف نہ ہو۔  
 اُم ورقہ رضی اللہ عنہا والی حدیث پر امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۱ھ) نے درج ذیل باب باندھا ہے۔  
 ”باب إمامة المرأة في الفريضة“ (صحیح ابن خزیمہ ۸۹/۳ ج ۱ ص ۱۶۷)  
 امام ابوبکر بن المہدی رانیسا پوری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۸ھ) فرماتے ہیں: ”ذكر إمامة المرأة النساء في الصلوات المكتوبة“  
 ”(الاوسط فی السنن والایجماع والاختلاف ج ۴ ص ۲۲۶)  
 ان دونوں محدثین کرام کی تبویب سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں ”أَهْلُ دَارِهَا“ سے مراد عورتیں ہیں مرد نہیں  
 ہیں، محدثین کرام میں اس تبویب پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔  
 امام ابوالحسن الدارقطنی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں:  
 ”حدثنا أحمد بن العباس البغوي : ثنا عمر بن شبه: (ثنا) أبو أحمد الزبيري : نا الوليد بن  
 جميع عن أمه عن أم ورقة أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَذِنَ لَهَا أَنْ يُؤَذَّنَ لَهَا وَيُقَامَ وَتَوُفَّ نِسَاءَهَا“  
 بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ورقہ (رضی اللہ عنہا) کو اس کی اجازت دی تھی کہ ان کے لئے اذان اور اقامت کہی جائے اور  
 وہ اپنی (گھر، محلے کی) عورتوں کی (نمازیں) امامت کریں۔  
 (سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۷۹ ج ۱ ص ۱۰۷۱ سند حسن، وعنه ابن الجوزي في التحقيق مع الشيخ ۲۵۳/۱ ج ۲ ص ۲۲۴ وضعفه، دوسرے نسخہ ۳۱۳/۱ ج  
 ۳۸۷، اتحاف المحرر ۱۸ ج ۳ ص ۳۲۳)  
 اس روایت کی سند حسن ہے اور اس پر ابن الجوزی کی جرح غلط ہے۔  
 ابوالحسن محمد بن عبد اللہ بن الزبیر الزبیری صحاح ستہ کا راوی اور جمہور کے نزدیک ثقہ ہے لہذا صحیح الحدیث ہے۔  
 امام یحییٰ بن معین نے کہا: ثقہ، ابوزرعہ نے کہا: صدوق، ابوحاتم رازی نے کہا: حَافِظٌ لِلْحَدِيثِ غَابِطٌ مُجْتَهِدٌ لَهُ أُوهَامٌ (الجرح والتعديل ۲۹۷)  
 عمر بن شبہ: صدوق لہ تصانیف (تقریب العتہ یب: ۴۹۱/۸) بلکہ ثقہ ہے۔ (تقریب تقریب العتہ یب: ۵۷/۳) حافظ ذہبی نے کہا:  
 ثقہ (اکاشف ۲۷۲)  
 أحمد بن العباس البغوي: ثقہ ہے۔ (تاریخ بغداد ۳۲۹/۴ ج ۲ ص ۲۱۴)  
 اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ سند حسن لذاتہ ہے۔ اس صحیح روایت نے اس بات کا قطعی فیصلہ کر دیا کہ ”أَهْلُ  
 دَارِهَا“ سے مراد ام ورقہ رضی اللہ عنہا کے گھر، محلے اور قبیلے کی عورتیں ہیں، مرد مرد نہیں ہیں۔  
 [تنبیہ: اس سے معلوم ہوا کہ ام ورقہ رضی اللہ عنہا کے پیچھے ان کا مؤذن نماز نہیں پڑھتا تھا]  
 یہاں یہ بات حیرت انگیز ہے کہ کوئی پروفیسر خورشید عالم نامی (؟) لکھتے ہیں:  
 ”یہ دارقطنی کے اپنے الفاظ ہیں حدیث کے الفاظ نہیں، یہ ان کی اپنی رائے ہے۔ سنن دارقطنی کے علاوہ حدیث کی



کسی کتاب میں یہ اضافہ نہیں، اس لئے اس اضافے کو بطور دلیل پیش نہیں کیا جاسکتا۔

(اشراق ۵/۱۷ مئی ۲۰۰۵ ص ۳۸، ۳۹)

حالانکہ آپ نے ابھی پڑھ لیا ہے کہ یہ حدیث کے الفاظ ہیں، دارقطنی کے اپنے الفاظ نہیں ہیں بلکہ راویوں کی بیان کردہ روایت کے الفاظ ہیں۔ انہیں امام دارقطنی رحمہ اللہ کی ”اپنی رائے“ کہنا غلط ہے۔ جن لوگوں کو روایت اور رائے میں فرق معلوم نہیں ہے وہ کس لئے مضامین لکھ کر اُمتِ مسلمہ میں اختلاف و انتشار پھیلانا چاہتے ہیں؟ رہا یہ مسئلہ کہ یہ الفاظ سنن دارقطنی کے علاوہ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہیں تو عرض ہے کہ امام دارقطنی ثقہ و قابلِ اعتماد امام ہیں۔

شیخ الاسلام ابو الطیب طاہر بن عبد اللہ الطبری (متوفی ۴۵۰ھ) نے کہا:

”کان الدارقطني أمير المؤمنين في الحديث ..“ (تاریخ بغداد ۱۲/۳۶۱ ت ۳۶۰۴)

خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۳۶۳ھ) نے کہا:

”وكان فريد عصره وقريع دهره ونسيج وحده وإمام وقته، انتهى إليه علم الأثر والمعرفة بعلم الحديث وأسماء الرجال وأحوال الرواة مع الصدق والأمانة والفقه والعدالة (وفي تاريخ دمشق عن الخطيب قال: والثقة والعدالة، ۴۷/۴۶) وقبول الشهادة وصحة الاعتقاد وسلامة المذهب.....“ (تاریخ بغداد ۱۲/۳۶۱ ت ۳۶۰۴)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا:

”الإمام الحافظ المجود شيخ الإسلام علم الجهابذة“ (سير اعلام النبلاء ۱۶/۴۲۹)

اس جلیل القدر امام پر متاخر حنفی فقیہ محمود بن احمد العینی (متوفی ۸۵۵ھ) کی جرح مردود ہے۔ عبدالحی لکھنوی حنفی اس عینی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: ”ولو لم يكن فيه رائحة التعصب المذهبي لكان أجود وأجود“

اگر اس میں مذہبی (یعنی حنفی) تعصب کی بدبو نہ ہوتی تو بہت ہی اچھا ہوتا (الفوائد البہیہ ص ۲۰۸)

تنبیہ: امام دارقطنی رحمہ اللہ تدلیس کے الزام سے بری ہیں، دیکھئے میری کتاب الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین (۱/۱۹)

جب حدیث نے بذات خود حدیث کا مفہوم متعین کر دیا ہے اور محدثین کرام بھی اس حدیث سے عورت کا عورتوں کی امامت کرانا ہی سمجھ رہے ہیں تو پھر لغت اور الفاظ کے ہیر پھیر کی مدد سے عورتوں کو مردوں کا امام بنادینا کس عدالت کا انصاف ہے؟ ابن قدامہ لکھتے ہیں: ”وهذه زيادة يجب قبولها“ اور اس زیادت (نساءھا) کا قبول کرنا واجب ہے۔ (المغنی ۱۶/۲)

(۱۱۴۰)

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ آثار سلف صالحین سے صرف عورت کا عورتوں کی امامت کرانا ہی ثابت ہوتا ہے۔ عورت کا مردوں کی امامت کرانا یہ کسی اثر سے ثابت نہیں ہے۔

ربط الخفیہ (قال العلي: كوفية تابعة لله) سے روایت ہے کہ: ”أمتنا عائشة فقامت بينهن في الصلوة المكتوبة“

ہمیں عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرض نماز پڑھائی تو آپ عورتوں کے درمیان میں کھڑی ہوئیں۔  
(سنن دارقطنی ۴۰۴/۱ ح ۱۴۲۹، وسندہ حسن، وقال البیہقی فی آثار السنن: ۵۱۴، "وإسناده صحيح"، وانظر کتابی انوار السنن فی تحقیق  
آثار السنن ق ۱۰۳)

امام شعبی رحمہ اللہ (مشہور تابعی) فرماتے ہیں کہ: "تؤم المرأة النساء في صلاة رمضان تقوم معهن في صفهن"  
عورت عورتوں کو رمضان کی نماز پڑھائے (تو) وہ ان کے ساتھ صف میں کھڑی ہو جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۸۹/۲ ح ۸۹۵۵ وسندہ صحیح، معنیہ ہشیم عن حصین محمودی علی السماع، انظر شرح علل الترمذی لابن رجب ۵۶۲/۲ والفتح المبین فی تحقیق طبقات  
المسلمین لراقم الحروف ۳/۱۱۱)

ابن جریج نے کہا: "تؤم المرأة النساء من غير أن تخرج أما معهن ولكن تحاذي بهن في المكتوبة والتطوع"  
عورت جب عورتوں کی امامت کرائے گی تو وہ آگے کھڑی نہیں ہوگی بلکہ اُن کے برابر (صف میں ہی) کھڑی ہو کر  
فرض و نفل پڑھائے گی۔ (مصنف عبدالرزاق ۴/۳ ح ۴۰۸۰ وسندہ صحیح)

معمر بن راشد نے کہا: "تؤم المرأة النساء في رمضان وتقوم معهن في الصف"  
عورت عورتوں کو رمضان میں نماز  
پڑھائے اور وہ اُن کے ساتھ صف میں کھڑی ہو۔ (مصنف عبدالرزاق ۴/۳ ح ۴۰۸۵ وسندہ صحیح)  
معلوم ہوا کہ اس پر سلف صالحین کا اجماع ہے کہ عورت جب عورتوں کو نماز پڑھائے گی تو صف سے آگے نہیں بلکہ  
صف میں ہی اُن کے ساتھ برابر کھڑی ہو کر نماز پڑھائے گی۔

مجھے ایسا ایک حوالہ بھی باسند نہیں ملا جس سے یہ ثابت ہو کہ سلف صالحین کے سنہری دور میں کسی عورت نے مردوں کو  
نماز پڑھائی ہو یا کوئی مستند عالم اس کے جواز کا قائل ہو۔ [اسی طرح کسی روایت میں ام ورقہ رضی اللہ عنہا کے مؤذن کا اُن کے  
پیچھے نماز پڑھنا قطعاً ثابت نہیں]

ابن رشد (متوفی ۵۱۵ھ) وغیرہ بعض متاخرین نے بغیر کسی سند و ثبوت کے یہ لکھا ہے کہ ابو ثور (ابراہیم بن خالد،  
متوفی ۲۴۰ھ) اور (محمد بن جریر) الطبری (متوفی ۳۱۰ھ) اس بات کے قائل ہیں کہ عورت مردوں کو نماز پڑھا سکتی ہے (دیکھئے  
بدایہ المجتہد ج ۱ ص ۱۴۵، المغنی فی فقہ الامام احمد ۱۵/۲ مسئلہ: ۱۱۴۰) چونکہ یہ حوالے بے سند ہیں لہذا مردود ہیں۔

**خلاصة التحقيق:** عورت کا نماز میں عورتوں کی امامت کرنا ناجائز ہے مگر وہ مردوں کی امام نہیں بن سکتی،

وما علينا إلا البلاغ (۳/ریج الاول ۱۲۲۶ھ)

## اتباع کتاب وسنت

سنتوں کے اتباع اور بدعتوں اور گناہوں سے اجتناب کے متعلق  
آیات واحادیث اور آثار

کتاب اللہ میں بہت سی آیات وارد ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہونے والے امور کی اتباع کی ترغیب دلائی گئی ہے اور اس پر ابھارا گیا ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے حق اور ہدایت کی مخالفت کرنے نیز شرک و بدعات اور معاصی کے ارتکاب سے روکا گیا ہے۔ ان میں سے اللہ عز وجل کا یہ فرمان ہے:

﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ط ذَلِكَمُ وَضَعَكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [الانعام: ۱۵۳]

اور یہ کہ میرا راستہ سیدھا راستہ ہی ہے تم اسی پر چلنا آوارہ راستوں پر نہ چلنا کہ ان پر چل کر اللہ کے راستے سے الگ ہو جاؤ گے ان باتوں کا تمہیں اللہ حکم دیتا ہے تاکہ تم پر ہیز گار نہ ہو۔

نیز یہ فرمان:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ط وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلًّا مُبِينًا﴾ [الاحزاب: ۳۶]

اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق (حاصل) نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی امر مقرر کریں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہ ہو گیا۔

نیز فرمایا:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

پس جو لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔ [النور: ۶۳]

ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔ ”مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت سے ڈرنا چاہئے اور اس (حکم) سے مراد آپ کا راستہ، آپ کا منہج، آپ کا طریقہ، آپ کی سنت اور آپ کی شریعت ہے۔“

اس لئے اقوال و اعمال کو آپ کے اقوال و اعمال کی میزان پر تولاجائے گا جو اس کے موافق ہو مقبول ہوگا اور جو اس کے

مخالف ہوگا اسے اس کے قائل و فاعل پر لوٹا دیا جائے گا (یعنی رد کر دیا جائے گا) خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ جبکہ صحیحین وغیرہ میں ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ۔ جس نے ایسا عمل کیا جو ہمارے حکم (طریقہ و منہج) کے مطابق نہیں تو وہ مردود ہے۔ [صحیح مسلم: ۱۷۱۸]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی ظاہری یا باطنی طور پر مخالفت کرنے والوں کو رد کرنا چاہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ آفت کا شکار ہو جائیں یعنی ان کے دلوں میں کوئی نفاق یا بدعت پیدا ہو جائے یا انہیں دردناک عذاب آئے یعنی انہیں دنیا میں قتل یا حد شرعی کے نفاذ یا قید یا اسی قسم کی سزا کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾

یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بہترین نمونہ موجود ہے۔ ہر اس شخص کے لئے جو اللہ (کی ملاقات) اور روز قیامت (کے آنے) کی امید رکھتا ہو اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرتا ہو۔ [الاحزاب: ۲۱] نیز فرمایا:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾  
اے پیغمبر کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو خود اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ [آل عمران: ۳۱]

ابن کثیر رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ”یہ آیت کریمہ ہر اس شخص کے خلاف فیصلہ دے رہی ہے جو اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے لیکن طریقہ محمدیہ پر نہیں ہے اس لئے کہ وہ درحقیقت جھوٹا ہے تاوقتیکہ اپنے اقوال و اعمال میں دین نبوی اور شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرے جیسا کہ صحیح (حدیث) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ“ جس نے ایسا عمل کیا جو ہمارے طریقے کے مطابق نہیں تو وہ مردود ہے۔ [مسلم: ۱۷۱۸] اس لئے آپ نے فرمایا: ﴿إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾ ”اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو اللہ تم سے محبت کرے گا“ [آل عمران: ۳۱] یعنی تمہیں اس سے کہیں زیادہ مل جائے گا جس کے تم اس کے ساتھ محبت کے صلہ میں طالب ہو۔ اور وہ ہے اس کی تمہارے ساتھ محبت۔ پہلی بات سے عظیم تر ہے جیسا کہ اصل علم و حکمت میں سے کسی کا قول ہے: ”عظمت یہ نہیں کہ تم محبت کرو، عظمت اس سے ہے کہ تم سے محبت کی جائے۔“

سلف میں حسن بصری وغیرہ کا قول (۱) ہے کہ کچھ لوگوں نے دعویٰ کیا کہ وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے ان کی آزمائش کی۔ ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الحديث: 15

25

كلمة الحديث

﴿فَمَنْ تَبَعَ هَذَايَ فَلَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ [البقرة: ۳۸]  
پس جنہوں نے میری ہدایت کی پیروی کی ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔

نیز فرمایا:

﴿فَمَنْ اتَّبَعَ هَذَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَى﴾ وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا  
وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَعْمَى﴾

تو جو شخص میری ہدایت کی پیروی کرے گا نہ گمراہ ہوگا اور نہ تکلیف میں پڑے گا اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ [طہ: ۱۲۳-۱۲۴]  
نیز فرمایا:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ  
حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو  
اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔ [النساء: ۶۵]  
نیز فرمایا:

﴿اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ﴾  
لوگو! جو (کتاب و سنت) تم پر تمہارے پروردگار کے ہاں سے نازل ہوا اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا  
رفیقوں (اولیاء) کی پیروی نہ کرو تم کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو۔ [الاعراف: ۳]  
نیز فرمایا:

﴿وَمَنْ يَعِشْ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُفِضَ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ﴾ وَأَنَّهُمْ لَيَصْدُوْنَهُمْ عَنِ  
السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُّهْتَدُونَ﴾

اور جو کوئی رحمن کی یاد سے آنکھیں بند کرتا ہے یعنی تغافل اختیار کرتا ہے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے  
ہیں تو وہ اس کا ساتھی ہو جاتا ہے اور یہ شیطان ان کو اصل راستے سے روکتے رہتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ سیدھے راستے  
پر ہیں۔ [الزخرف: ۳۶-۳۷]  
نیز فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي  
شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾  
مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی اور اگر

الحديث: 15

26

کلمۃ الحدیث

کسی بات میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی طرف (ہی) رجوع کرو یہ بات بہت اچھی ہے۔ [النساء: ۵۹]

نیز فرمایا:

﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ط﴾ [الشوری: ۱۰]

اور تم جس بات میں اختلاف کرنے لگو تو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف سے ہوگا۔

نیز فرمایا:

﴿قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ ط وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾

اے پیغمبر! کہہ دو اللہ کی فرماں برداری کرو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر چلو۔ اگر منہ موڑو گے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تو صرف اس چیز کا ادا کرنا ہے جس کا اسے ذمہ دار بنایا گیا اور تمہارے ذمہ اس چیز کو ادا کرنا ہے جس کے تم ذمہ دار بنائے گئے ہو اور اگر تم اس کے حکم پر چلو تو سیدھا راستہ پاؤ گے۔ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تو صاف صاف احکام الہی کا پہنچا دینا ہی ہے۔ [النور: ۵۴]

نیز فرمایا:

﴿وَمَا اتَّكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ط وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾

سو جو چیز پیغمبر تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ [الحشر: ۷]

نیز فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدُمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ط وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾

ایمان والو کسی بات کے جواب میں اللہ اور اس کے رسول سے پہلے نہ بول اٹھا کرو، اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ [الحجرات: ۱]

نیز فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ط وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾

مومنو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو جبکہ وہ (رسول) تمہیں ایسے کام کے لئے بلاتے ہیں جو تم کو زندگی (جاوداں) بخشتا ہے اور جان رکھو اللہ (تعالیٰ)، آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہ تم سب اس کے روبرو جمع کئے جاؤ گے۔ [الانفال: ۲۴]

نیز فرمایا:



الحديث: 15 27 كلمة الحديث

﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشِ اللَّهَ وَيَتَّقْهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾ [النور: ٥١-٥٢]

مومنوں کی بات تو یہ ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں تاکہ ان میں فیصلہ کریں تو کہیں کہ ہم نے حکم سن لیا اور مان لیا اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا، اللہ کا خوف رکھے گا اور اس کی نافرمانی سے بچتا رہے گا تو ایسے ہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں۔  
نیز فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾  
جن لوگوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ اس پر قائم رہے تو ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غم ناک ہوں گے۔ [الاحقاف: ١٣]

نیز فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ﴾  
جن لوگوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے اور کہیں گے کہ نہ خوف کرو اور نہ غم ناک ہو اور بہشت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے خوشی مناؤ۔ [حم سجدہ: ٣٠]

نیز فرمایا:

﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ ط﴾  
کیا ان کے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے ایسا دین مقرر کر دیا ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا۔ [الشوری: ٢١]

نیز فرمایا:

﴿فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

تو جو لوگ اس (رسول) پر ایمان لائے اور اس کی رفاقت اختیار کی اور اسے مدد دی اور جو نور اس کے ساتھ نازل ہوا اس کی پیروی کی وہی مراد پانے والے ہیں۔ [الاعراف: ١٥٤]

اور جب جن قرآن سننے کے بعد اپنی قوم کی طرف نصیحت کنندہ بن کر گئے تو ان کے متعلق فرمایا:  
يَقُولُونَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَآمَنُوا بِهِ يُغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُجِزْكُمْ مِّنْ عَذَابِ آلِيمٍ ۝ وَمَنْ لَا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءُ ط أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿[الاحقاف: ٣١-٣٢]

اے قوم اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ! تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں دکھ دینے والے عذاب سے پناہ میں رکھے گا۔ اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول نہ کرے گا تو وہ زمین میں اللہ کو عاجز نہیں کر سکے گا اور نہ اس کے سوا اس کے حمایتی ہوں گے، یہ لوگ صریح گمراہ ہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں جو سنتوں کی اتباع کرنے کی ترغیب دلاتی ہیں اور بدعتوں سے بچنے کی تلقین کرتی ہیں اور ان کی خطرناکی واضح کرتی ہیں۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

{1} آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان:

”مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ“ جس نے ہمارے احکام میں ایسا کام ایجاد کیا جو اس میں سے نہیں تو وہ مردود ہے۔ (بخاری: ۲۶۹۷، مسلم: ۱۷۱۸)

صحیح مسلم میں ایک روایت ان الفاظ سے بھی وارد ہے:

”مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ“ جس نے ایسا عمل کیا جو ہمارے طریقہ کے مطابق نہیں تو وہ مردود ہے۔ [مسلم: ۱۷۱۸]

اور یہ دوسری روایت صحیح مسلم میں ہے معنی کے اعتبار سے پہلی روایت کی نسبت زیادہ عموم کی حامل ہے اس لئے کہ یہ بدعت کے موجود اور اس پر عمل کرنے والے دونوں کو شامل ہے۔

اور یہ حدیث قبولیت اعمال کی دو شرطوں میں سے ایک یعنی اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واجب ہونے کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے جو عمل بھی کیا جائے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں ہوتا تا وقتیکہ اس میں دو شرطیں پائی جائیں۔

اول: اللہ وحدہ تعالیٰ کے لئے کامل اخلاص جس میں کوئی شائبہ نہ ہو اور یہی تقاضا ہے اس شہادت کا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔

دوم: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کامل اتباع، اور یہ تقاضا ہے اس شہادت کا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے مجموع الفتاویٰ (۲۵۰/۱۸) میں ہے کہ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے فرمان باری تعالیٰ: ﴿لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ ”کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھا عمل کون کرتا ہے“ [الملک: ۲] میں ”اچھے“ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ خالص ترین اور درست ترین۔<sup>(۱)</sup>

یہ اس لئے کہ عمل اگرچہ خالص ہو لیکن درست نہ ہو تو مقبول نہیں ہوتا اسی طرح اگر درست ہو لیکن خالص نہ ہو وہ بھی مقبول نہیں ہوتا۔ اور قبولیت اس وقت پاتا ہے جب خالص اور درست ہو۔ خالص سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے لئے ہو اور درست سے مراد یہ ہے کہ سنت کے مطابق ہو۔

ابن کثیر رحمہ اللہ نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا

يُشْرِكُ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ﴿١١٠﴾ ”تو جو شخص اپنے پروردگار سے ملنے کی امید رکھتا ہو اسے چاہئے کہ عمل نیک کرے اور پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے“ [الکہف: ۱۱۰] کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا (نیک عمل کرے) سے مراد ہے کہ ایسا عمل کرے جو اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ طریقے کے مطابق ہو۔ اور وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا (اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے) سے مراد ہے کہ اپنا عمل بجا لاتے وقت صرف اللہ وحدہ کی خوشنودی کا طلبگار ہو۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرف قبولیت پانے والے عمل کے یہ دو رکن ہیں۔

ضروری ہے کہ وہ اللہ کے لئے خالص ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق درست ہو۔ [تفسیر ابن کثیر تحقیق عبدالرزاق المہدی ۴/۴۵۲]

(2) سیدنا عرابض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وعظ کیا اس قدر بلوغ کہ ہماری آنکھیں چھلک چھلک گئیں اور دل لرزلرز گئے تو ایک شخص عرض پر داز ہوا اے اللہ کے رسول! یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ الوداعی خطاب ہے! تو آپ ہمیں کیا نصیحت فرماتے ہیں؟ فرمایا: میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا، سب سے سچ و طاعت کو لازم پکڑنا خواہ حکم دینے والا وحشی غلام ہو۔ اس لئے کہ تم میں سے جو زندہ رہا بہت اختلاف دیکھے گا تو میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کا التزام کرنا اسے تھامے رکھنا اور اسے دانتوں سے پکڑ لینا۔ خبردار نو ایجاد کاموں سے دور رہنا، ہر نو ایجاد کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے (ابوداؤد: ۴۶۰۷، یہ الفاظ بھی انہی کی روایت کے ہیں۔ ترمذی: ۲۶۷۶ اور ابن ماجہ: ۴۳-۴۴ ترمذی نے اسے ”حسن صحیح“ کہا ہے)

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ مبارک کے قریبی عہد میں اختلاف رونما ہونے کی خبر دی تھی اور اس سے بچنے اور اس کے نقصانات سے محفوظ رہنے کے راستے کی طرف رہنمائی بھی فرمادی تھی۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور خلفائے راشدین کے طریقہ کار کی پیروی اور بدعات اور نو ایجاد کاموں سے اجتناب سے عبارت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت پر کاربند رہنے کی تلقین فرمائی اور اس کی ترغیب دلائی اور فرمایا: ”فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ“ میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا۔

اور بدعات اور نو ایجاد کاموں سے ڈرنا اور فرمایا:

”وَأَيُّكُمْ وَمُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ“

(3) امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح (۸۶۷) میں سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز خطبہ ارشاد فرماتے تو کہتے: ”أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ“

اما بعد :- بہترین بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔ اور بدترین کام وہ ہیں جو نواہیجا دہوں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(4) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي“

جس نے میری سنت سے بے رغبتی ظاہر کی وہ مجھ سے نہیں۔ (بخاری ۵۰۶۳، مسلم: ۱۴۰۱)

(5) نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لوگو! میں تم میں وہ کچھ چھوڑ رہا ہوں کہ اگر اس کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔

نیز فرمایا:

میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں ان کے ہوتے کبھی گمراہ نہ ہو گے اللہ کی کتاب اور میری سنت۔

(حاکم ۹۳۸ ج ۳۱۸ نیز دیکھئے ”الحديث“ 14 ص 40)

جمہ الوداع کے متعلق سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث ہے اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے: ”میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اس کے ہوتے ہوئے تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے بشرطیکہ اسے مضبوطی سے تھام لو۔ وہ اللہ کی کتاب ہے۔ اور ہاں تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم کیا کہو گے؟ سب نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے پیغام پہنچا دیا، امانت ادا کر دی اور خیر خوانی اور نصیحت کی۔ تو آپ نے انکشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھا کر لوگوں کی طرف جھکایا اور کہا: اے اللہ گواہ ہو جا، اے اللہ گواہ ہو جا۔ تین بار ایسے کہا“ [صحیح مسلم: ۱۲۱۸]

(6) امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح (۲۸۰) میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی سوائے اس کے جو انکار کر دے۔ لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جنت میں جانے سے کون انکار کرتا ہے؟ فرمایا: جو میری اطاعت کرتا ہے جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کر دیا۔

(7) اور امام بخاری رحمہ اللہ (۲۸۸) اور امام مسلم (۱۳۳) نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور یہ الفاظ امام مسلم کی روایت کے ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: ”میں تمہیں جس کام سے منع کروں اس سے اجتناب کرو اور جس چیز کا حکم دوں اسے اپنی طاقت کے مطابق انجام دو۔ تم سے پہلے لوگوں کو اسی بات نے ہلاک کیا کہ وہ اپنے انبیاء سے بہت سوال کرتے اور ان سے بہت اختلاف کرتے“

(8) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا تا وقتیکہ اس کی خواہش میری لائی

ہوئی شریعت کے تابع ہو جائے۔<sup>(۱)</sup> امام نووی رحمہ اللہ نے اربعین میں سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت سے صحیح قرار دیا ہے۔ اور حافظ رحمہ اللہ نے فتح الباری (۲۸۹/۱۳) میں کہا ہے:

یہی نئے ”المدخل“ اور ابن عبدالبر نے اپنی تالیف ”بیان العلم“ میں حسن، ابن سیرین، شریح، شععی اور نخعی رحمہم اللہ جیسے تابعین کی ایک جماعت سے جدید سندوں کے ساتھ محض رائے سے کسی بات کے قائل ہونے کی مذمت بیان فرمائی ہے۔ اور ان تمام امور کو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جامع اور شامل ہے۔ تم سب سے کوئی مؤمن نہیں ہو سکتا تا وقتیکہ اس کی خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو<sup>(۱)</sup> اسے حسن بن سفیان وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اس کی سند کے راوی ثقہ ہیں اور نووی نے اربعین کے آخر میں اسے صحیح کہا ہے۔

{9} امام بخاری (۱۵۹۷) اور امام مسلم (۱۲۷۰) نے روایت کیا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کے پاس آئے اسے بوسہ دیا اور کہا: ”میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع دے سکتا ہے۔ اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہوتا کہ تمہیں بوسہ دیتے تھے تو میں تمہیں بوسہ نہ دیتا۔“

{10} امام مسلم رحمہ اللہ (۲۶۴۴) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ہدایت کی طرف دعوت دے اسے اس کی اتباع کرنے والوں کے اجر و ثواب کی مانند جہاں سے اس سے ان کے اجر و ثواب میں کمی واقع نہ ہوگی اور جو گمراہی کی طرف بلائے ہیں اسے اس کی پیروی کرنے والوں کے گناہوں کی مانند گناہ ہوگا، اس سے ان کے گناہوں میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔ جس طرح کتاب و سنت میں سنت کی اتباع کی ترغیب و تاکید اور بدعات سے اجتناب کی تلقین کے بارے میں نصوص وارد ہوئی ہیں اسی طرح سلف امت یعنی کتاب و سنت کی مثال پیروی کرنے والے صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے زمانے کے صالحین سے بہت سے آثار وارد ہیں جن میں اتباع سنت کی تلقین کی گئی ہے بدعات سے متنبہ کیا گیا ہے اور ان سے اجتناب کی تاکید کی گئی ہے۔ ان میں سے چند یہ ہیں:

- ۱۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اتَّبِعُوا وَلَا تَبْتَدِعُوا فَقَدْ كُفِّتُمْ“ اتباع کرو بدعت اختیار نہ کرو، تمہاری کفالت کی جا چکی یعنی تمہیں خود رائی کی ضرورت نہیں۔<sup>(۲)</sup> (دارمی: ۲۱۱)
- ۲۔ عثمان بن حاضر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہاں گیا ان سے نصیحت کی درخواست کی تو انہوں نے فرمایا: ہاں اللہ سے تقویٰ کو لازم پکڑو استقامت اختیار کرو، اتباع کرو بدعت سے دور رہو۔<sup>(۱)</sup> (دارمی: ۱۴۱)

۳۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے: جسے اس بات سے مسرت ہوتی ہو کہ کل اللہ کے حضور مسلمان ہونے کی حالت میں پیش ہو اسے چاہئے کہ جہاں اذان ہو ان نمازوں کو پابندی کے ساتھ (باجماعت) ادا کرے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہدایت کے طریقے مقرر کئے اور یہ نمازیں بھی ہدایت کے طریقوں میں سے ہیں اگر تم نے گھروں میں نماز پڑھنا شروع کر دی جیسا کہ جماعت سے پیچھے رہنے والے

کرتے ہیں تو تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے تارک ہو جاؤ گے اور اگر تم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت چھوڑ دی تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ (صحیح مسلم: ۶۵۴)

۴۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے: ہر بدعت گمراہی ہے اگرچہ لوگ اسے اچھا ہی خیال کرتے ہوں۔ (السنة للرموزی: ۸۲ وسندہ صحیح)

۵۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نوا ایجاد کاموں سے دور رہو اس لئے کہ جو بھی نوا ایجاد کام ہے بلا شبہ گمراہی ہے۔ (ابوداؤد: ۴۶۱۱، اسنادہ صحیح)

۶۔ ایک شخص نے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو خط لکھا جس میں تقدیر کے متعلق استفسار کیا تھا تو انہوں نے جواب میں تحریر کیا۔

اما بعد: میں تمہیں اللہ کے تقویٰ، اس کے معاملہ میں میانہ روی اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ثابت اور قائم ہو جانے کے بعد اہل بدعت نے جو ایجاد کیا اس سے اجتناب کرو کہ اس کی انہیں ضرورت نہ تھی۔ تو تم سنت کا التزام کرو کہ یہی اللہ کے فضل و کرم سے تمہیں بچا کر رکھے گی۔ (۲) (ابوداؤد: ۴۶۱۲)

۷۔ سہل بن عبداللہ کا قول ہے: ”علم میں جس کسی نے نئی چیز داخل کی اس سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا اگر سنت کے مطابق ہوئی تو فوج جائے گا ورنہ نہیں،“ (۳) (فتح الباری ۱۳/۲۹۰)

۸۔ شیخ الاسلام ابو عثمان نیسا بوری کا قول ہے: جو اپنے آپ پر سنت کو قول و فعل میں حاکم بنا لیتا ہے اس کی زبان سے حکمت جھڑنے لگتی ہے۔ اور جو شخص اپنے قول و فعل میں خواہش نفس کو حاکم بنا لیتا ہے اس کی زبان سے بدعت جاری ہو جاتی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: ۲۴۲/۱۰ وسندہ صحیح)

۹۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو شخص اسلام میں بدعت جاری کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ اچھی ہے تو اس نے یہ سمجھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا پیغام پہنچانے میں خیانت کی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿الْیَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے۔ تو جو چیز اس وقت دین نہیں تھی آج بھی دین نہیں ہو سکتی۔ (۱) (الاعتصام للشاطبی: ۲۸/۱)

۱۰۔ امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہمارے ہاں اہل سنت کے اصول یہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے طریقہ کی سختی سے پابندی اور ان کی اقتداء، بدعات سے اجتناب، اور یہ اعتقاد کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ (۲)  
(شرح اصول اعتقاد اہل السنة للاکائی: ۳۱)

(۱) یہ قول بھی بے سند ہے۔ (ز۔ ع)

(۲) سندہ ضعیف، اس سند کے دو راویوں علی بن محمد بن عبداللہ السکری اور ابو جعفر محمد بن سلیمان المنقری کے حالات مطلوب ہیں۔ واللہ اعلم [ز۔ ع]



## طہارت کی بدعات

### اور ان کا رد

یہ عقیدہ رکھنا کہ وضوء ٹوٹنے کے بعد بغیر کسی وجہ کے وضوء کرنا فرض ہے:

جاہل عوام اور غلط سلسلہ عبادت کرنے والوں کا یہ انتہائی برا عقیدہ ہے، اپنے اس عقیدہ اور عمل پر وہ ایک موضوع حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں۔

”مَنْ أَحَدَّثَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ فَقَدْ جَفَانِي وَمَنْ تَوَضَّأَ وَلَمْ يُصَلِّ فَقَدْ جَفَانِي...“

جس نے وضوء ٹوٹنے کے (فوراً) بعد (دوبارہ) وضوء نہ کیا اس نے میرے ساتھ ظلم کیا اور جس نے وضوء کے بعد (کوئی) نماز نہ پڑھی اس نے میرے ساتھ ظلم کیا۔

اس حدیث کو (محدث) الصانغانی نے کتاب ’الموضوعات‘ (۵۳) میں ذکر کیا ہے۔ شیخ الجلو فی اپنی کتاب ’کشف الخفاء‘ (۳۱۰/۴) میں اسے موضوع قرار دینے میں امام الصانغانی کے موافق ہیں۔

نبی ﷺ سے وضوء ٹوٹنے کے بعد دوبارہ وضوء کا وجوب (قطعاً) ثابت نہیں ہے بلکہ یہ ثابت ہے کہ آپ جماع کے بعد وضوء کر کے، حالت جنابت میں ہی سو جاتے تھے۔ (اور یہ معلوم ہے کہ) جنابت کبریٰ (حالت بعد از جماع) جنابت صغریٰ (احتلام) سے زیادہ شدید ہوتی ہے۔

آپ اس حالت میں (جماع کے بعد وضوء کر کے) کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اس سے بھی اس موضوع حدیث کے متن کا (صحیح حدیث کے) مخالف، اور منکر ہونا واضح ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ شدیدہ بدعات ہیں جن کا ارتکاب، بعض قابل نفرت عورتیں، حالت حیض و نفاس<sup>(۱)</sup> میں، کرتی ہیں۔ مثلاً

### بعض عورتوں کا حالت حیض و نفاس میں نماز، روزہ کی پابندی کرنا

(ان عورتوں کا) یہ عمل دین حنیف کے سراسر برخلاف ہے۔ بلکہ ایسا کرنے والی عورتیں بہت بڑے حرام اور ناجائز عمل کی مرتکب ہیں۔ معاذہ اللہ وہ رحمہما اللہ فرماتی ہیں کہ:

ایک عورت نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا ہمیں، حیض کے دنوں کی نہ پڑھی ہوئی نمازیں، (حیض کے بعد

(۱) بچے کی پیدائش کے بعد اس کی ماں کو چالیس دن تک جو خون آتا ہے اس نفاس کہتے ہیں۔

دوبارہ) بطریقہ قضاء پڑھنی پڑیں گی؟  
عائشہ رضی اللہ عنہا نے (فوراً بطور انکار) فرمایا: کیا تیرا تعلق خارجی گمراہ فرقے سے ہے؟ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں، حالت حیض والی نمازوں کی قضا کا حکم (بالکل) نہیں دیا جاتا تھا۔<sup>(۱)</sup>  
اس (حدیث) کا تعلق (نماز کی) قضاء سے ہے۔ (آپ خود سوچیں کہ) ایام حیض و نفاس میں ان عبادات (نماز، روزہ) کا قائم کرنا کیسا (بر افعال اور کثرتی بڑی خارجیت) ہے۔  
ابن المنذر انیسا بوری فرماتے ہیں:

بغیر کسی اختلاف کے (تمام) علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ حیض کے دنوں میں حائضہ پر فرض نماز ساقط ہو جاتی ہے۔ (الاوسط ۲/۲۰۲)  
امام نووی نے کہا:

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ: حیض اور نفاس والی عورتوں پر نہ نماز (فرض و) واجب ہے اور نہ روزہ، اور اس پر اجماع ہے کہ ان پر نماز (کی قضاء) واجب نہیں ہے۔ (شرح صحیح مسلم: ۱/۶۳۷)  
میں کہتا ہوں اس کی تائید ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے (بھی) ہوتی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ یا عید الفطر کے دن عید گاہ کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ، عورتوں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ”يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ فَإِنِّي أُرِيكُمْ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ“ اے عورتوں کی جماعت! تم صدقہ (بہت زیادہ کیا) کرو کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ جہنم میں عورتوں کی اکثریت ہے۔  
عورتیں کہنے لگیں یا رسول اللہ! یہ کیوں ہے؟ فرمایا:  
”تُكْثِرُونَ اللَّعْنَ وَتُكْفِرُونَ الْعَشِيرَ، مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَ دِينَ أَذْهَبَ لِلْبَّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ، مِنْ إِحْدَاكُنَّ“

تم لعن و طعن زیادہ کرتی ہو اور اپنے شوہروں کی ناشکری بھی کرتی ہو، تمہارے سوا میں نے کوئی نہیں دیکھا جو ناقص عقل اور ناقص دین ہونے کے باوجود ہوشیار اور مضبوط ارادے والے مرد کی عقل زائل کر دے۔  
عورتوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہماری عقل اور دین کے ناقص ہونے سے کیا مراد ہے۔ فرمایا: کیا (اللہ کے دین میں) مرد کی گواہی کے مقابلے میں عورت کی گواہی آدھی نہیں ہے؟ (یعنی دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے) عورتوں نے بالاتفاق کہا: جی ہاں، (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا: یہ (دلیل) ہے اس کی عقل کے (عام طور پر، مرد کے مقابلے میں) ناقص ہونے کی، (بعض استثنائی صورتیں اس سے خارج و مستثنیٰ ہیں)

(۱) صحیح بخاری، کتاب الحیض باب لا تقضی الا نض الصلوۃ ۳۲۱ صحیح مسلم، الحیض باب وجوب قضاء الصوم علی الناض دون الصلوۃ ج ۳۳۵

الحديث: 15 36 طہارت کی بدعات

أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ؟ کیا یہ بات نہیں ہے کہ اسے جب حیض ہوتا ہے وہ نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے؟

کہنے لگیں: جی ہاں، فرمایا: فَذَلِكَ مِنْ نَقْصَانِ دِينِهَا یہ دلیل ہے اس کے دین کے نقصان کی (۱) بمقابلہ (مرد) جس عورت نے حالت حیض و نفاس میں نماز و روزہ (کی ممانعت) کے ان احکام کی مخالفت کی تو اس نے اللہ کے دین میں بدعت ایجاد کی اور اپنی خواہش نفسانی کو حاکم بنایا۔

(حیض و نفاس کی) اس حالت میں نماز کا ترک اور (حالت طہر میں) میں اس کی قضا نہ کرنا۔ روزے کا ترک اور (حالت طہر) میں اس کی قضا، عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی رخصتوں میں سے ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس نماز کی قضا تو نہیں کر سکتیں مگر روزہ رکھ سکتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ أَنْ تُؤْتَى رُخْصَتُهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ تُؤْتَى مَعْصِيَتُهُ“ بے شک اللہ یہ (اسی طرح) پسند کرتا ہے کہ اس کی رخصتوں پر عمل کیا جائے جس طرح کہ وہ ناپسند کرتا ہے کہ اس کی نافرمانی کی جائے۔ (۲) اور آپ ﷺ نے فرمایا: ”فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي“ پس جس نے (جان بوجھ کر) میری سنت سے (مخالفت کرتے ہوئے) منہ پھیرا وہ مجھ سے نہیں ہے (۳)

اور فرمایا: ”مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُونَ عَنِ الشَّيْءِ أُصْنَعُهُ؟ فَوَاللَّهِ إِنِّي أَعْلَمُهُم بِاللَّهِ وَأَشَدُّهُمْ لَهُ حَشِيَّةً“ لوگوں کو کیا ہو گیا کہ وہ ان کاموں سے پرہیز کرتے ہیں جو میں کرتا ہوں؟ اللہ کی قسم میں ان سے اللہ کو سب سے زیادہ جانتا ہوں اور ان کی بد نسبت اللہ سے سب سے زیادہ ڈرتا ہوں (۴)

اب آپ غور کریں! اللہ آپ پر رحم کرے ام المؤمنین نے قضائے نماز کے بارے میں سوال کرنے والی عورت کو کس طرح جواب دیا تھا کہ: أحرورية أنت؟ کیا تو حرور یہ (خارجی فرقہ) سے (تعلق رکھتی) ہے۔

یعنی کیا تو خارجیوں میں سے ہے؟ اور یہ (ام المؤمنین) رضی اللہ عنہا کا اس عورت پر شدید انکار تھا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا سوال بہت زیادہ غلط تھا۔ گویا کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا یہ سمجھیں کہ یہ عورت اس (ناجائز) بات کی اجازت چاہتی ہے اس لئے قرآن میں (بغیر کسی تخصیص و استثناء کے) نماز کے قائم کرنے کا (عمومی) حکم موجود ہے (جس میں خارجیوں اور منکرین سنت کے نزدیک حائضہ اور نفاس والی بھی داخل ہے) اس طریقے سے

(۱) صحیح بخاری، کتاب الخیض باب ترک الخائض الصوم ح ۳۰۴، صحیح مسلم، ایمان باب بیان نقصان ایمان بنقص الطاعات ح ۹۷

(۲) صحیح، مسند احمد ۲/۱۰۸، ح ۵۸۷۳، صحیح ابن خزیمہ ۹۵۰، صحیح ابن حبان، موارد ۵۳۵، وسندہ حسن و لا شواہد کثیرہ

(۳) صحیح بخاری کتاب النکاح باب الترغیب فی النکاح ح ۵۰۶۳، صحیح مسلم، النکاح باب ح ۱۲۰۱

(۴) صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب ما یکرہ من التعمق والتنازع فی العلم ح ۳۰۱، وانظر ح ۶۱۰۱، صحیح مسلم الفضائل باب

علمہ صلی اللہ علیہ وسلم باللہ تعالیٰ وشدة حشیۃ ح ۲۳۵۶

الحديث: 15 37 طہارت کی بدعات

(قرآن پر عمل کرنے کا دعویٰ کرتے ہوئے) سنت ثابتہ کو چھوڑ دینا، دین اسلام سے خارج خارجوں کا (ہی) شیوہ ہے۔ اس بناء پر عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس عورت پر انکار کیا اور اسے سنت صحیحہ سے مسئلہ سمجھا دیا۔

(بعض) عورتوں کی جہالتوں اور خرافات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ: وہ حائضہ کو دودھ پلانے والی کے پاس جانے سے، اناج (وغیرہ) کی کاشت والے کھیتوں، اور جس کی آنکھیں دکھتی ہوں کے پاس جانے سے منع کرتی ہیں۔ اور یہ خیال کرتی ہیں اس طرح ان لوگوں (اور کھیتوں) کو (ناقابلِ تلافی) نقصان پہنچے گا اور فساد ہوگا۔

اس طرزِ عمل کے قریب قریب وہ طرزِ عمل ہے جو یہودیوں نے اپنی حائضہ عورتوں کے ساتھ روا رکھا تھا۔ وہ ان سے جماع نہ کرنے کے ساتھ ساتھ، نہ ان کے قریب ہوتے، نہ ان کے ساتھ سکونت کرتے اور نہ انہیں اپنے پاس کھانا کھانے کی اجازت دیتے تھے۔ (دینِ فطرت اور) آسان دینِ اسلام نے یہود کے اس طرزِ عمل پر (سخت) انکار کیا۔ اس جاہلانہ تشدد اور بال کی کھال نکالنے کو باطل قرار دیا۔

اسلام نے حالتِ حیض میں عورتوں سے وطی اور جماع کو حرام قرار دیا تاکہ انسان، گندگی اور نقصان سے بچ جائے اور جماع کے علاوہ باقی تمام افعال کو (بعض شرائط کے ساتھ) جائز قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ ۖ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرُبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾

اور لوگ تجھ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہہ دو وہ گندگی (اور بیماری) ہے اس حالت میں اپنی عورتوں سے (جماع کرنے سے) دور رہو۔ اور (جماع کے لئے) ان کے قریب بھی نہ جاؤ حتیٰ کہ وہ پاک ہو جائیں جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس اس طرح جاؤ جس طرح تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے بے شک اللہ، توبہ کرنے والوں اور پاکیزہ لوگوں کو پسند کرتا ہے۔ [البقرة: ۲۲۲]

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اگر (یہودیوں کی) کوئی عورت حائضہ ہو جاتی تو یہودی اسے اپنے ساتھ نہ کھانا کھانے دیتے اور نہ اپنے گھروں میں اکٹھا بیٹھنے دیتے تھے تو صحابہ کرام نے (اس کے بارے میں) نبی کریم ﷺ سے پوچھا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ ۖ ... إلخ اور لوگ تجھ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔۔ الخ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِصْنَعُوا كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا النِّكَاحَ جماع کے علاوہ سارے (جائز) کام کر سکتے ہو (۱)

(۱) صحیح مسلم، الحيض باب جواز غسل الخائض رأس زوجها ج ۳۰۲

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

ہم (بیویوں) میں سے اگر کوئی حائضہ ہو جاتی اور رسول اللہ ﷺ مباشرت کرنا چاہتے تو حکم دیتے کہ حیض کے شروع میں (مضبوط) ازار باندھ لو۔ پھر آپ (جماع کے بغیر) صرف مباشرت فرماتے تھے۔<sup>(۱)</sup> بلکہ آپ سے یہ (بھی) باسند صحیح ثابت ہے کہ آپ عورتوں کو عیدین کی نماز کے لئے (عید گاہ کی طرف) نکلنے کا حکم دیتے تھے۔ حائضہ عورتوں کو جائے نماز سے دور رہنے، خطبہ سننے، تکبیر کہنے اور دعائے خیر (میں شامل ہونے) کا حکم دیتے تھے۔

ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم (اپنے ساتھ) نوجوان، پردہ نشین اور حائضہ عورتوں کو بھی عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں (عید گاہ) لے جائیں۔ حائضہ عورتیں نماز سے دور رہیں گی (لیکن) دعائے خیر (تکبیرات اور خطبہ سننے میں ضرور) شامل ہوں گی۔<sup>(۲)</sup>

(عمر بن عبدالمعمر کہتا ہے کہ: اگر ان خرافات اور جہالتوں میں سے (نعوذ باللہ) کوئی چیز صحیح ہوتی تو نبی ﷺ اس کے بیان سے کبھی خاموش نہ رہتے۔ اللہ نے اس وقت تک آپ کی روح قبض نہ کی جب تک آپ نے لوگوں کو (کامل) رسالت پہنچا نہ دی۔ آپ نے (وحی کی) امانت کا پورا پورا حق ادا کیا۔ اپنی امت کو روشن اور سیدھے راستے پر چھوڑ کر گئے اس راستے (اسلام) کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے اس سے وہی منہ موڑتا ہے جو اپنے آپ کو ہلاک کرنے والا ہے۔

یاد رہے کہ سابق احادیث سے ثابت شدہ مسئلہ: ”حائضہ کے ساتھ مل کر کھانا، پینا اٹھنا بیٹھنا وغیرہ جائز ہے۔“ سے بھی ان خرافات اور جہالتوں کا باطل ہونا ہی ثابت ہوتا ہے۔ (والحمد للہ)

بلکہ نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ (اپنی) حائضہ (بیوی) کے ساتھ (بغیر جماع کرنے کے) لیٹ جاتے تھے۔ (آپ کی پیاری بیوی) ام المؤمنین عائشہ، حالت حیض میں ہونے کے باوجود آپ کی کنگھی کرتی تھیں۔ اس حالت میں (بھی) آپ اس کا جوٹھا (وہیں سے) پیٹے (جہاں وہ اپنا منہ رکھتیں) اور بچا ہوا کھانا کھاتے تھے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

ایک دفعہ میں آپ ﷺ کے ساتھ (ایک رنگدار، لحاف نما چادر) میں لیٹی ہوئی تھی۔ مجھے حیض (عورتوں کی بیماری) کا احساس ہوا۔ میں وہاں سے ہٹی اور حیض کے (ضروری) کپڑے لے لئے۔ آپ نے پوچھا: اَنْفُسْتِ؟ کیا تجھے حیض آنا شروع ہو گیا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں، پھر آپ نے مجھے بلایا، میں آپ کے ساتھ (اس رنگین)

(۱) صحیح البخاری، کتاب الحيض باب مباشرة الحائض ح ۳۰۲، صحیح مسلم، کتاب الحيض باب مباشرة الحائض فوق الازار ح ۲۹۳

(۲) صحیح بخاری، کتاب الحيض باب شهود الحائض العیدین ح ۳۲۳، صحیح مسلم، صلاة العیدین باب ذکر ايام خروج النساء فی العیدین، إلی المصلی ح ۸۹۰

(۳) صحیح البخاری، کتاب الحيض باب من سئى النفس حیضاً ح ۲۹۸، صحیح مسلم، کتاب الحيض باب الاضطجاع مع الحائض فی لحاف واحد ح ۲۹۶

چادر میں (دوبارہ) لیٹ گئی۔ (۳)  
ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:  
میں حالت حیض میں ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک کی نگہی کرتی تھی۔ (۱)  
نیز (یہ بھی) فرمایا کہ نبی ﷺ ان کی گود میں سر رکھ کر قرآن پڑھتے تھے۔ حالانکہ وہ حائضہ (بھی) ہوتی تھیں۔ (۲)  
عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ:  
میں حالت حیض میں (پانی) پیتی پھر اسے (یعنی پانی کا برتن) نبی ﷺ کو دے دیتی۔ میں نے جہاں اپنا منہ رکھا تھا آپ وہاں اپنا منہ رکھ کر پانی پیتے۔ میں اسی حالت میں اپنے دانتوں سے گوشت (کا ٹکڑا) کاٹ کر کھاتی۔ پھر باقی ماندہ گوشت آپ کو دے دیتی۔ آپ منہ مبارک وہاں رکھتے جہاں میں نے رکھا تھا۔ (۳)  
لوگو! نبی ﷺ کا یہ طرز عمل سب سے عظیم طرز عمل ہے جو شخص اس طریقے کا مخالف ہے راندہ درگاہ یہودیوں کا پیروکار ہے۔ (حق کے) اس مخالف کا طرز عمل انتہائی برا اور شرانگیز ہے۔  
تم اچھے طریقے سے نبی ﷺ کی سنت کی طرف، کیوں نہیں لوٹ جاتے اور خرافات، جہالت (اور بدعات) کو دور کیوں نہیں پھینک دیتے؟

### مستحاضہ (۴) کا نماز کو کلیۃً ترک کر دینا

اس کا سبب: جہالت، ناجائز سستی یا فرض کا انکار ہے۔  
نماز دین کا ستون اور اسلام کا (دوسرا بنیادی) رکن ہے۔ اس کا ترک کرنا حیض اور نفاس کے علاوہ ناجائز ہے۔ جس نے بھی بغیر کسی شرعی عذر کے نماز کو ترک کیا یقیناً اس نے کفر کیا جیسا کہ سنت مبارکہ سے ثابت ہے۔  
جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے:  
إِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشُّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ (۵)  
بے شک انسانوں اور شرک و کفر کے درمیان فرق، نماز کا ترک کر دینا ہے۔

- (۱) صحیح بخاری، الحیض باب غسل الرأس زوجاً و تزجیلہ ح ۲۹۵ و مؤطا امام مالک ۶۰۱  
(۲) صحیح بخاری، الحیض باب قراءة الرجل فی حجر امرأته و حی حائضہ ح ۲۹۷ صحیح مسلم، الحیض باب جواز غسل الرأس زوجاً و ح ۳۰۱  
(۳) صحیح مسلم، الحیض باب جواز غسل الرأس زوجاً و ح ۳۰۰  
(۴) مستحاضہ اس عورت کو کہتے ہیں جس کے حیض کا خون، ایام حیض کے بعد بھی جاری رہے۔  
(۵) صحیح مسلم، کتاب الایمان باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلوۃ ح ۸۲

الحديث: 15 40 طہارت کی بدعات

یہی قول علماء کی ایک بڑی جماعت کا ہے جس میں عبداللہ بن المبارک اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ، وغیرہما (بھی) شامل ہیں (دیکھئے امام محمد بن نصر مروزی کی کتاب ”تعظیم قدر الصلوۃ“ ۹۳۵/۲) سنت (یعنی احادیث) میں آیا ہے کہ مستحاضہ کا خون دراصل (بیماری کی وجہ سے) ایک رگ کا خون ہوتا ہے نہ کہ حیض، لہذا اس حالت میں نہ نمازیں ترک کی جائیں گی نہ روزے اور نہ دیگر عبادات اور نہ اس خون کی وجہ سے خاوند کا اپنی بیوی سے جماع ممنوع ہوگا۔  
ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

فاطمہ بنت ابی حیث، نبی ﷺ کے پاس آئی اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں مستحاضہ عورت ہوں، میرا خون بہنا بند نہیں ہوتا کیا میں (اس حالت میں) نماز چھوڑوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:  
لَا إِنَّمَا ذَلِكَ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةَ فَدَعِيَ الصَّلَاةَ فَإِذَا أَذْبَرَتْ فَأَغْسِلِي عَنْكَ الدَّمَ وَصَلِّي (۱)

نہیں، یہ رگ کا (جاری) خون ہے حیض نہیں ہے تمہارے حیض کے (معلوم) دن آجائیں (جن دنوں میں پہلے حیض آتا تھا) تو نماز چھوڑ دو اور جب حیض والے دن گزر جائیں تو خون دھو کر (نہا کر) نماز پڑھو۔  
نبی ﷺ نے اسے استحاضہ کی حالت میں نماز پڑھنے سے منع نہیں کیا نماز ادا کرنے کا حکم دیا اور (یہ) حکم دیا کہ وہ، حیض کے دنوں کا اندازہ لگا کر (صرف) ان دنوں میں ہی نماز چھوڑ دے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ عورت (مستحاضہ) اس بیماری کے دور میں پاک رہتی ہے جس طرح عام عورتیں حیض کے علاوہ دنوں میں تمام عبادات قائم رکھتی ہیں اسے بھی یہ عبادات قائم رکھنی چاہئیں۔

بلکہ علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس کا خاوند (ایام حیض کے علاوہ) اس سے جماع کر سکتا ہے اور یہی قول سلف صالحین کے ایک گروہ کا ہے جس میں ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔

ابن عباس کا یہ قول (محدث) عبدالرزاق نے اپنی کتاب ”المصنف“ (۱۱۸۹) میں حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے (۲) ابن عباس سے پوچھا گیا کہ کیا (خاوند اپنی) مستحاضہ (بیوی) سے جماع کر سکتا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ جائز ہے۔  
امام شافعی نے اپنی کتاب ”الام“ (۵۰۱) میں اسے جائز قرار دیا ہے۔ امام مالک نے فرمایا:

”ہمارے نزدیک فیصلہ اسی پر ہے کہ اگر مستحاضہ نماز پڑھ سکتی ہے تو اس کا خاوند اس کے ساتھ جماع بھی کر سکتا ہے۔“  
(المؤطا ۶۳۱)

(۱) صحیح بخاری، کتاب الوضوء باب غسل الدم ۲۲۸، صحیح مسلم، کتاب الحيض باب المستحاضة وغسلها وصلاتها ۳۳۳ واللفظ له

(۲) اس کا راوی ابن ماجہ بن عبد اللہ جمہور کے نزدیک ثقہ و صدوق ہے لہذا حسن الحدیث ہے۔ حاشیہ علی تہذیب التہذیب / حافظ زبیر علی زئی



الحديث: 15 41 طہارت کی بدعات

مالکیوں کی (غیر متند) کتاب ”المردوۃ الکبریٰ“☆ (۱۵۱/۱) میں مستحاضہ کے بارے میں امام مالک کا یہ قول مذکور ہے کہ: ”وہ نمازیں پڑھنا، روزے رکھنا جاری رکھے گی۔ اس کا خاوند بغیر کسی روک ٹوک کے اس سے جماع کرے گا اور یہ کہ خون بہنے کی اتنی کثرت ہو جائے جس کی بناء پر یہ تعین ہو جائے کہ یہ حیض کا خون ہے (استحاضہ کا نہیں)“ یہی مذہب امام احمد کا ہے البیہونی (ایک راوی) کی روایت میں ہے دیکھئے ”الروایتین والوجہین“ لابی یعلیٰ (۱۰۲/۱) اور ”الکافی“ لابن قدامۃ المقدسی (۸۴/۱)

اس طرح کی ایک اور بدعت بھی ہے جس میں وہ عورت جس کا بچہ حمل کے بعد اسی دنوں سے پہلے گر جائے (یعنی اسقاط حمل ہو جائے) وہ نماز اور ضروری عبادات ترک کر دیتی ہے۔ اس کا یہ گمان ہوتا ہے کہ اسے آنے والا خون نفاس کا خون ہے حالانکہ حقیقت میں رگ والا خون ہوتا ہے، نفاس والا نہیں۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں نبی ﷺ فرماتے ہیں: ”إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا ثُمَّ يَكُونُ عَاقِلًا مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ“

تم میں سے ہر آدمی اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن (بطور نطفہ) رہتا ہے پھر اتنے دن ہی گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے پھر اتنے دن ہی گوشت (و پوست) بن جاتا ہے۔<sup>(۱)</sup> بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر اسی دن سے پہلے اسے اسقاط حمل ہو جائے چونکہ ان دنوں میں آدمی کی خلقت واضح نہیں ہوتی لہذا یہ رگ کا (بہتا ہوا) خون ہے، نفاس والا خون نہیں۔ پس اس کا حکم استحاضہ کا حکم ہے۔ شیخ ابن تیمیہ نے یہی بات کہی ہے کہ:

”نفاس (کا خون) صرف اس حالت میں ثابت ہوگا جب، اسقاط شدہ بچے میں انسانی خلقت واضح ہو چکی ہو اگر اس کا ایسا بچہ بطور اسقاط پیدا ہوا جس میں انسانی خلقت واضح نہیں ہے تو یہ دم نفاس نہیں ہے بلکہ رگ کا خون ہے پس اس کا حکم مستحاضہ کا حکم (ہی) ہوگا۔ وہ مدت جس میں انسانی خلقت واضح ہو جاتی ہے اس کی کم از کم مقدار، ابتداء حمل کے بعد اسی دن اور زیادہ سے زیادہ نوے دن ہے“ (فتا الدماء الطبیعیۃ لابن تیمیہ ص ۳۷)

(مصنف کے خیال میں) اس سلسلہ کی ایک اور بدعت بھی ہے۔

نفاس والی عورت اگر چالیس دنوں سے پہلے پاک ہو جائے تو اس کا نماز نہ پڑھنا یہ تسلیم ہے کہ بعض احادیث میں نفاس کا وقت چالیس دن مقرر کیا گیا ہے مگر ان میں سے کوئی حدیث بھی صحیح

(۱) صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق باب ذکر الملائکۃ صلوات اللہ علیہم ص ۳۲۰۸ وغیرہ، صحیح مسلم، کتاب القدر باب کیفیہ خلق آدمی۔۔۔ ح

(یا حسن) نہیں ہے (۱) نفاس کا وقت عورتوں کے تجربہ اور عرف عام کی بنیاد پر معلوم ہوتا ہے عورتوں کے عرف عام میں یہ جائز ہے کہ چالیس دنوں سے پہلے نفاس کا خون بند ہو جائے جس سے عورت پاک ہو جاتی ہے۔ پس جو عورت چالیس دنوں سے پہلے پاک ہو جائے تو اس پر یہ ضروری ہے کہ فرض عبادات انجام دے۔

اس کے لئے بھی وہی جائز ہے جو پاک عورت کے لئے جائز ہوتا ہے بلکہ علماء کے دو (متضاد) اقوال میں صحیح ترین قول یہی ہے کہ ایسی عورت کے خاوند کے لئے (ان دنوں میں) اپنی بیوی سے جماع کرنا جائز ہے۔ جس (عالم) نے چالیس دنوں سے پہلے جماع سے منع کیا ہے اس نے صرف احتیاط کی ہے حالانکہ اس مسئلہ میں دلیل کے بغیر احتیاط جائز نہیں ہے کیونکہ خاوند کے لئے (اصل یہ ہے کہ) اپنی بیوی سے جماع جائز ہے اس جائز کام کو حیض اور نفاس کے علاوہ جو شخص منع کرتا ہے تو اس پر یہ لازم ہے کہ دلیل پیش کرے۔ واللہ اعلم

(۱) چالیس دن (ورات) انظارِ روالی روایت بلحاظ سند حسن ہے اسے نووی نے حسن، حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ دیکھئے سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب ما جاء فی وقت النساء ۳۱۱ ونبیل المقصود ج ۱ ص ۱۱۰، ۱۱۱، اسے ضعیف یا غیر حسن سمجھنا مردود ہے۔

حافظ عبدالوحید سلفی

## دخول جنت کی شرط

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (دو) فرشتے (سیدنا) محمد ﷺ کے پاس آئے اس وقت آپ سورہے تھے۔ ایک نے کہا آپ ﷺ سوئے ہوئے ہیں۔ اور دوسرے نے کہا کہ آپ ﷺ کی آنکھیں تو سوئی ہوئی ہیں لیکن دل بیدار ہے۔ تو ان فرشتوں نے کہا کہ (سیدنا) محمد ﷺ کی ایک مثال ہے، اُن کی مثال بیان کرو۔ ان فرشتوں میں سے ایک نے کہا کہ (سیدنا) محمد ﷺ سورہے ہیں۔ دوسرے فرشتے نے کہا کہ آپ ﷺ کی آنکھ تو سو رہی ہے لیکن دل بیدار ہے اُن فرشتوں نے کہا کہ ان کی مثال تو اُس شخص جیسی ہے جس نے ایک گھر بنایا ہو۔ وہاں کھانے کی دعوت کرے۔ اور بلانے والے کو بھیجے (جو لوگوں کو کھانے کے لئے بلائے) پس جس شخص نے بھی بلانے والے کی دعوت کو قبول کیا وہ گھر میں داخل ہو گیا اور اُس نے دسترخوان سے کھانا کھایا اور جس نے بلانے والے کی دعوت کو قبول نہ کیا وہ گھر میں داخل نہیں ہوا اور اُس نے دسترخوان سے کھانا (بھی) نہیں کھایا۔ پس فرشتوں نے کہا کہ اس (مثال) کی ان کے لئے تفسیر بیان کرو تا کہ یہ سمجھ جائیں۔ اُن میں سے ایک نے کہا کہ آپ ﷺ سوئے ہوئے ہیں اور ایک نے کہا کہ گھر تو جنت ہے اور بلانے والے (سیدنا) محمد ﷺ ہیں پس جو بھی ان کی (یعنی نبی کریم ﷺ) کی اطاعت کرے گا وہ اللہ کی اطاعت کرے گا اور جو ان کی نافرمانی کرے گا وہ اللہ کی نافرمانی کرے گا۔ اور (سیدنا) محمد ﷺ لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔ (صحیح بخاری: ۷۲۸۱)

یعنی جو شخص آپ پر ایمان لاتا ہے وہی جنت میں داخل ہوگا۔ آپ ﷺ کو نہ ماننے والے جہنم کا اہل ہیں۔

## آخری قسط

### یمین کا سفر

#### جمعہ کا دن

عشاء کے بعد خلاف معمول کافی دیر تک گفتگو جاری رہی، پھر ہم سو گئے، صبح سب ساتھیوں نے تہجد پڑھی اور رور کو اللہ سے دعائیں مانگیں۔ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں سورۃ السجدہ اور سورۃ الدھر پڑھنا مسنون ہے۔ میں نے صبح کی نماز پڑھائی تو یہ دونوں سورتیں نماز میں پڑھیں۔

جمعہ کے دن جیل میں نماز جمعہ پڑھنے کے بارے میں اختلاف ہوا تو ترجیح اسے دی گئی کہ نماز ظہر پڑھی جائے۔ ظہر کے وقت زیدی شیعوں کے بعض ملاقاتی ان سے ملنے آئے جو جاتے وقت انہیں سگریٹ، قات اور نسوار (شمہ) دے گئے تھے۔

شیعہ حضرات ایک کونے میں بیٹھ کر قات (نشہ آور پتوں) سے لطف اندوز ہونے لگے۔ ان کے قریب سگریٹ کی بدبو نے ماحول کو گھیر رکھا تھا۔

میں قرآن پاک کی اپنی منزل جمعات سے دھرا رہا تھا، بارہ پارے زبانی پڑھ لیے۔ والحمد للہ ہشام کا دل بہلانے کے لیے عبید نے قینچی سے: بندھا ہوا دھاگہ نکالنے کا کھیل دکھایا۔ اس طرح اسی نے ہشام کے ساتھ ناک کان پکڑنے والا کھیل کھیلایا، ہشام بہت خوش تھا۔

عبید اپنی ناک پر انگلی رکھ کر فوراً کہتا: ”اُمْسِكِ الْأُذُنَ“ یعنی کان پکڑو تو ہشام اپنی ناک پکڑ لیتا۔ کیونکہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ عبید نے اپنی ناک پکڑی ہے۔ میں نے ہشام کو دو ہاتھوں کے ساتھ چادر کو گانٹھ دینے والا کھیل سمجھایا۔

عصر سے لے کر مغرب تک سب ساتھیوں نے خوب دعائیں مانگیں۔ جمعہ کے دن عصر سے مغرب تک ایسا وقت ہوتا ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے۔ دیکھئے سنن ابی داود (۱۴۰۸) و نیل المقصود ہم نے دعاء الھم والھزن خاص طور پر پڑھی۔ اس دعاء کے الفاظ درج ذیل ہیں:

”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اُمِّیْكَ ، نَاصِیْتِیْ بِدِّیْكَ ، مَا ضَیَّ حُكْمُكَ ، عَدْلُ فِیْ قَضَائِكَ ، اَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ ، سَمِیَّتْ بِہِ نَفْسُكَ اَوْ عَلَّمْتَهُ اَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ اَوْ اَنْزَلْتَهُ فِیْ كِتَابِكَ اَوْ اسْتَاثَرْتُ بِہِ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَكَ ، اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ وَنُوْرَ صَدْرِیْ وَجَلَاءَ حُزْنِیْ وَذَهَابَ هَمِّیْ“ (مسند الامام احمد ۱/۳۹۱ ح ۱۲۷۳۷۱۲ وسندہ حسن)

مغرب کے بعد شیخ مطری نے درس دیا جس میں زیدی رافضیوں پر بادل میل رد کیا تو زیدی حضرات سخت مشتعل ہو گئے اور نعرے لگانے لگے۔ شیخ مطری ثابت قدم رہے اور ان نعروں کا بادل میل جواب دیا۔ ہم شیخ کے ساتھ تائید میں کھڑے تھے تو زیدیوں نے کہا کہ ”وہ احمد الیافنی (جیلر) سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ انہیں دوسری جیل میں منتقل کیا جائے ورنہ جھگڑا

ہو جائے گا، بھگڑے کا سخت امکان تھا، کافی دیر بعد یہ معاملہ سر دہوا۔  
عشاء کے بعد ہم سو گئے۔ رات تقریباً ایک بجے یعنی فوجی ایک عراقی کو پکڑ کر لائے جس کے پاس کینیڈین پاسپورٹ تھا۔

وہ ویزہ پر یمن آیا تھا۔ اس کی نو مسلم بیوی اور بچے بھی ہمراہ تھے۔ اسے بیوی بچوں سے جدا کر کے جیل میں بند کر دیا گیا تھا۔ جب قیدیوں نے دیکھا کہ اس نئے قیدی (عراقی) کے پاس اس کے ننھے بچے کی قمیص بھی ہے تو بعض فرط غم سے رونے لگے۔

یعنی فوجیوں نے ظلم کی حدیں عبور کرتے ہوئے اس بے گناہ کو پکڑ لیا تھا۔ اب دعا کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا؟

### جیل سے رہائی

دوسرے دن (بروز ہفتہ، ۱۱ دسمبر) صبح کی نماز ابو ہشام نے پڑھائی، ابو ہشام کی قرأت بہت اچھی ہے۔ انتہائی خشوع و خضوع سے انہوں نے قنوت نازلہ پڑھی اور اللہ سے عاجزی و الحاح کے ساتھ رورو کر دعائیں کیں۔ جیل سے نکلنے کا کوئی امکان سامنے نظر نہیں آ رہا تھا کیونکہ دوسرے قیدی کئی کئی مہینوں سے قید تھے۔ دس بجے کے قریب فوجی آئے اور ابو ہشام منصور (کفیل) کو مدبر جیل خانہ جات کے پاس لے گئے۔ احمد الیافعی نے ہمیں بتا رکھا تھا کہ آپ لوگ یہاں سے ایک سال تک باہر نہیں جاسکتے۔

واپسی پر ابو ہشام انتہائی خوش تھے انہوں نے یہ خوش خبری سنائی کہ ”ہمیں رہا کرنے کا حکم جاری کر دیا گیا ہے“ ہم الحمد للہ کہتے اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے جیل سے باہر نکلے۔ آزادی کی قدر و قیمت ہمیں خوب معلوم ہو چکی تھی۔  
رہا ہونے کے بعد ہماری گاڑی ہمارے حوالے کر دی گئی۔ جب ہم سعدہ پہنچے تو ابو ہشام نے اپنی بیار والدہ کو سب سے پہلے فون کیا۔ پھر بیوی بچوں سے رابطہ کیا۔  
ابوعقیل نے بھی اپنے گھر والوں کو فون کیا۔

ہم سعدہ سے جلدی جلدی روانہ ہو گئے۔ ابو ہشام نے قسم کھائی کہ ”وہ یمن میں نہیں رہیں گے اور نہ کبھی دوبارہ یمن آئیں گے“۔ شیخ یحییٰ الحجوری سے ملاقات رہ گئی۔

ہم بادل خواستہ شیخ مقبل رحمہ اللہ کے مدرسے اور سعدہ کو پیچھے چھوڑتے ہوئے یمن کی سرحد ”علب“ کی طرف روانہ ہوئے جبکہ جگہ پر فوجی چوکیاں قائم تھیں۔ ابو عقیل کا موبائل واپس کر دیا گیا تھا مگر شیخ مطری والا موبائل احمد الیافعی (جیلر) نے رکھ لیا تھا۔

ابو ہشام نے جیل سے نکلنے وقت اپنی ساری رقم سنی قیدیوں پر بطور صدقہ تقسیم کر دی۔

ابو ہشام نے شیخ مطری کو بتایا کہ آپ کا موبائل احمد الیافعی نے لے لیا ہے۔

علب پہنچنے کے بعد شیخ مطری واپس ہوئے اور دوبارہ دلیری کے ساتھ جیل جا کر احمد الیافعی سے اپنا موبائل لے لیا۔ وہ انتہائی دلیر انسان ہیں۔ انہیں کسی قسم کا ڈراؤ فکر نہیں تھا۔

### سجدہ شکر

یمنی سرحد پر جوازات اور یمنی پولیس، فوج سے فارغ ہو کر ہم سعودی عرب میں داخل ہو گئے۔ سب ساتھیوں نے علیحدہ علیحدہ سجدہ شکر ادا کیا۔

سعودی عرب امن اور توحید کی سرزمین ہے۔ واللہ  
نمیس مشیط میں پہنچ کر کھانا کھایا۔ ابو عقیل کے پاس موجود رقم کام آ رہی تھی۔  
وادی دواسر میں رات کو قیام کیا اور ظہر کے وقت ریاض پہنچ گئے۔  
ابو عبد السلام محمد سعید بن عبد الکریم کے بچوں کے لئے کچھ تحفے (ٹافیاں وغیرہ) خریدے۔  
میں جب ان (محمد سعید) کے گھر پہنچا تو بچے استقبال میں دوڑتے ہوئے آئے۔ عبد السلام، عبد الاعلیٰ، سیف الرحمن اور عثمان وغیرہ سے معاف کئے۔

محمد سعید کے ایک بیوی سے نو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔  
عبد السلام، عبد الاعلیٰ، سیف الرحمن، عثمان، عبد الکریم، عبد اللہ، عبد الرحمن، عبد العزیز، محمد  
ابو عبد السلام محمد سعید کے بھائی قاری ابو یزید سیف اللہ کے دو بیویوں سے تین بچے اور دو بیٹیاں ہیں۔ یہ جس علاقے  
میں رہ رہے ہیں وہاں امام مسجد ابو عبد اللہ محمد العیان بہت ہی بہترین، حاضر جواب، ذکی، مودع اور مجاہد انسان ہے۔  
مسلمانوں سے محبت گویا اس کی گھٹی میں پڑی ہے۔ امام العیان نے انتہائی پرتپاک انداز میں میرا استقبال کیا۔ میں  
نے انہیں ساری صورتحال بتادی۔ انہوں نے الحمد للہ کہہ کر اللہ کا شکر ادا کیا۔  
میں نے راستے میں اپنے بھائی اور شاگرد ابو العباس حافظ شیر محمد البیاری سے فون پر رابطہ کیا۔ میری غیر حاضری میں  
حافظ شیر محمد پاکستان میں مدرسہ اہل الحدیث حضرت اور رسالہ الحدیث کا کنٹرول سنبھالتے ہیں۔  
یمن انتہائی بہترین سرزمین ہے لیکن دنیا کی جدید سیاست نے مسلمانوں پر راستے بند کر دیئے ہیں۔ اللہم فرج عنا  
وعن جمیع المسلمین . آمین یا رب العالمین (۱۷ ذوالحجہ ۱۴۲۵ھ بمطابق ۲۷ جنوری ۲۰۰۵ء)

تویر حسین شاہ ہزاروی

### شذرات الذهب

امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں کہ: "أَوَّلُ مَنْ قَاسَ إِبْلِيسَ ، وَمَا عُبِدَتِ الشَّمْسُ  
وَالْقَمَرُ إِلَّا بِالْمَقَايِسِ" سب سے پہلے (نص صریح کے خلاف) قیاس ابلیس نے کیا تھا۔ سورج اور چاند کی  
عبادت قیاسات کی وجہ سے ہی کی گئی ہے۔ [سنن الدارمی ۱/۶۵ ح ۱۹۵۸ سند حسن]  
(اس اثر سے معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث اور اجماع کے خلاف قیاس کرنا ابلیس لعین کا کام ہے)

ابوالعباس حافظ شیر محمد

## عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے محبت

ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کر رہے تھے ”اَللّٰهُمَّ اعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَحَبِّ هَذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ اِلَيْكَ: بِاَبِيٍّ جَهْلٍ اَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ“ اے اللہ! ان دو آدمیوں: ابو جہل اور عمر بن خطاب میں سے جو تیرے نزدیک محبوب ہے اس کے ساتھ اسلام کو عزت دے یعنی اسے مسلمان کر دے، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ عمر (رضی اللہ عنہ) اللہ کے نزدیک محبوب ترین تھے۔

(سنن الترمذی: ۳۶۸۱ وسندہ حسن، وقال الترمذی: ”هذا حديث حسن صحيح غريب“)

اس نبوی دعا کے نتیجے میں مراد رسول امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب عمر (رضی اللہ عنہ) نے اسلام قبول کر لیا تو ہم اس وقت سے برابر عزت میں (غالب) رہے۔ (صحیح بخاری: ۳۶۸۳)

عوام الناس میں یہ مشہور ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے ارادے سے نکلے تو کسی نے بتایا کہ تمہاری بہن اور بہنوئی مسلمان ہو گئے ہیں جا کر انہیں خوب مارا، بعد میں مسلمان ہو گئے۔ یہ روایت طبقات ابن سعد (۳/۲۶۷-۲۶۹) سنن دارقطنی (۱/۱۲۳ ح ۴۳۵) ودلائل النبوة للبیہقی (۲/۲۱۹، ۲۲۰) وغیرہ میں موجود ہے۔ اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ اس کا راوی قاسم بن عثمان البصری جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

امام دارقطنی نے کہا: ”لیس بالقوي“ اس سلسلے کی تمام روایات ضعیف و مردود ہیں دیکھئے سیرت ابن ہشام (۱/۳۶۷-۳۷۱ بلا سند) والسيرۃ النبویۃ للذہبی (۱/۱۷۲-۱۸۱)

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ نے قرآن کی تلاوت سنی تو دل پر اثر ہوا اور مسلمان ہو گئے۔ (مسند احمد ۱/۷۷ ح ۱۰۷، اس کی سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اِنَّهُ قَدْ كَانَ فِيمَا مَضَىٰ قَبْلَكُمْ مِنَ الْاُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ ، وَاِنَّهُ اِنْ كَانَ فِيْ اُمَّتِيْ هٰذِهِ مِنْهُمْ اَحَدٌ فَاِنَّهُ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ“

بے شک اگلی امتوں میں محدثون (جنہیں الہام و کشف) ہوتے تھے۔ اور اگر اس امت میں اُن میں سے کوئی (محدث) ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتے۔ (صحیح بخاری: ۳۶۶۹)

اس حدیث سے دو مسئلے ثابت ہوئے۔

۱: سیدنا عمر الفاروق رضی اللہ عنہ بڑی فضیلت اور شان والے ہیں۔

۲: اُمّتِ مسلمہ میں کسی کو بھی کشف یا الہام نہیں ہوتا۔  
ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عمر! بے شک شیطان تجھ سے ڈرتا ہے۔  
(سنن الترمذی: ۳۶۹۰ وقال: ”ہذا حدیث حسن صحیح غریب“ اس کی سند حسن ہے)  
دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ جنات کے شیطان اور انسانوں کے شیطان سب (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) سے بھاگ گئے ہیں۔  
(الترمذی: ۳۶۹۱) وقال: ”ہذا حدیث حسن صحیح غریب“ وسندہ حسن  
آپ ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اے (عمر) ابن الخطاب! تو جس راستے پر چل رہا ہو تو شیطان اس راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر بھاگ جاتا ہے۔  
(صحیح البخاری: ۳۶۸۳ صحیح مسلم: ۲۳۹۶/۲۲ وأضواء المصالح: ۶۰۲۷)  
ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:  
إِنَّ اللَّهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ بے شک اللہ نے عمر (رضی اللہ عنہ) کے دل و زبان پر حق جاری کر رکھا ہے۔ (صحیح ابن حبان، موارد: ۲۱۸۴ وسندہ صحیح)  
بعض اوقات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت میں قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں جنہیں موافقتِ عمر کہتے ہیں۔  
دیکھئے صحیح البخاری (۴۰۲، ۴۸۳) صحیح مسلم (۳۳۹۱/۲۴)  
سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:  
”لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ“ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے۔  
(سنن الترمذی: ۳۶۸۶) وقال: ”ہذا حدیث حسن غریب“ اس کی سند حسن ہے)  
رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے خواب دیکھا۔ میرے سامنے لوگ پیش ہو رہے تھے۔ کسی کی قمیص سینے تک تھی اور کسی کی اس سے نیچے۔ جب میرے سامنے عمر بن خطاب پیش کئے گئے تو وہ اپنی (لمبی) قمیص کو گھسیٹ رہے تھے۔ لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دین، یعنی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ دین میں (سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد) سب لوگوں سے زیادہ مقام رکھتے ہیں۔  
(دیکھئے صحیح البخاری: ۳۶۹۱ صحیح مسلم: ۳۳۹۰/۱۵)  
نبی کریم ﷺ نے جنت میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا محل دیکھا تھا۔ (صحیح البخاری: ۵۲۲۶، ۷۰۲۴ صحیح مسلم: ۲۳۹۶/۲۰)  
آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو جنتی کہا۔ (الترمذی: ۳۷۷۷ وسندہ صحیح)  
سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل بہت زیادہ ہیں، ان فضائل کو جمع کر کے قارئین کے سامنے پیش کرنا ایک مستقل کتاب کا متقاضی ہے۔ تفصیل کے لئے امام احمد بن حنبل کی کتاب ”فضائل الصحابة“ ابن جوزی کی ”فضائل عمر بن



الخطاب، وغیرہ کتابیں پڑھیں۔

آخر میں امیر المؤمنین عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کا آخری منظر پیش خدمت ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر ایک کافر مجوسی ابولؤلؤ فیروز نے حملہ کر کے سخت زخمی کر دیا تھا۔ اسلام کے سنہری دور اور فتنوں کے درمیان دروازہ ٹوٹ گیا تھا۔ آپ کو دودھ پلایا گیا تو وہ انتڑیوں کے راستے سے باہر آ گیا۔ اس حالت میں ایک نوجوان آیا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اس کا زار ٹخنوں سے نیچے ہے تو آپ نے فرمایا:

”ابنِ أُخِي! اِرْفَعْ قَوْبَكَ فَإِنَّهُ أَفْقَى لثَوْبِكَ وَاتَّقِ لَوْبَكَ“

بھتیجے اپنا کپڑا (ٹخنوں سے) اوپر کرو، اس سے تیرا کپڑا بھی صاف رہے گا اور تیرے رب کے نزدیک یہ سب سے زیادہ تقویٰ والی بات ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۷۰۰)

سبحان اللہ!

اپنے زخموں کی فکر نہیں بلکہ آخری وقت بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو سر بلند کرنے کی ہی فکر اور جذبہ ہے۔ رضی اللہ عنہ اے اللہ! ہمارے دلوں کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی محبت سے بھر دے۔

یا اللہ! جو بد نصیب و بے ایمان لوگ امیر المؤمنین شہید رضی اللہ عنہ کو ناپسند کرتے ہیں، ان لوگوں کی بد نصیبیاں و بے ایمانیاں ختم کر کے ان کے دلوں کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی محبت سے بھر دے۔ جو پھر بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض پر ڈٹا رہے ایسے شخص کو دنیا و آخرت کے عذاب سے ذلیل و رسوا کر دے۔

سیدنا امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک بیٹے کا نام عمر رکھا تھا دیکھئے تقریب التہذیب (۴۹۵۱) معلوم ہوا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے تھے۔

وما علينا إلا البلاغ